BROWN BOOK

BROWN BOOK

UNIVERSAL LIBRARY
OU_226060
UNIVERSAL LIBRARY

بلغوا عنی ولو آیۃ

الحمد للہ والمنۃ کہ مجموعہ مضامین عالیہ ومفیدہ

Checked 1969

۱۳۵۶ھ

افاداتِ حسینیہ نمبر ۱

یعنی

ولادت محمدی کا راز ۔ فلسفہ کثرت ازدواج ۔ فلسفہ معراج جسمانی ۔ ڈاڑھی کا فلسفہ

اسلام کی حقانیت اور اسکی عالمگیر خصوصیات

افاضات مبارکہ

شیخ العرب والعجم امیر الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ

شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

جمع کردہ

احقر عتیق احمد صدیقی مدیر ماہنامہ سلطان العلوم

از مکتبہ دار التبلیغ دیوبند شائع گردید

قیمت رعایتی ۳ر صرف

۱۳۸۶۶

علمی جواہر پارے

جن کا مطالعہ مسلمانوں کی علمی، مذہبی، اقتصادی، تمدنی زندگی کے لئے انقلاب آفریں ہے

تعلیمات اسلام نمبر (۱)

فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند کا معرکۃ الآرا، وگرانقدر مضمون جس میں اسلام کے اہم ترین مسئلہ مشورہ واستخارہ پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مسئلہ کے تمام پہلو روز روشن کی طرح واضح کر کے مسلمانوں کے دینی و دنیوی فلاح کی صورتیں بتلائی ہیں۔ قیمت صرف آٹھ آنہ (۸؍) رعایتی۔

قصیدہ لامیۃ المعجزات اُمع شرح اُردو۔ قیمت ۱۰؍

حجۃ الاسلام

مؤلفہ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند جس میں کلمہ طیبہ کی تحقیق، توحید و رسالت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خاتمیت و معجزات فضیلت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر محققانہ و سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ حضرت شیخ الہند رح نے کتاب کے عنوانات توضیح سے مزید فوائد کا اضافہ فرمایا ہے۔

قیمت صرف آٹھ آنہ (۸؍) رعایتی

تعلیمات اسلام نمبر (۲)

مؤلفہ حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب مہتمم دار العلوم دیوبند مؤلف اشاعت اسلام حضرت مولانا کا معرکۃ الآرا مضمون جو آج تک کتابی شکل میں شائع نہ ہوا تھا۔ اس میں اسلام کے بہت بڑے اہم مسئلہ دعا و استغفار پر محققانہ بحث کی گئی ہے۔ دعا، و استغفار کی علمی، مذہبی، شرعی تحقیق اور اُس کے تمام پہلو روشن کر دیئے گئے ہیں۔ اعتراضات و شبہات کے جوابات کا پہلو قابل دید ہے۔ اس کتاب کے مطالعہ سے عام و خاص استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ قابل دید مضمون ہے۔

قیمت اصلی ۸؍ رعایتی خاص ۱۰؍

تعلیم حضرت مولانا موصوف کی علم اور فضیلت علم پر بے نظیر تالیف

اشاعت اسلام

یعنی

دنیا میں اسلام کیونکر پھیلا

مؤلفہ فخر الہند حضرت مولانا حبیب الرحمن صاحب صدر مہتمم دار العلوم دیوبند و مفتی عدالت العالیہ دکن

اسلامی دنیا میں قابل دید تصنیف ہے جو اپنے محققانہ انداز بیان و سلاست تحریر وغیرہ کے اعتبار سے دنیا بھر میں بے نظیر کتاب ہے کتاب کی عام مقبولیت محتاج تعارف نہیں رہی دو ایڈیشن طبع ہو کر ہاتھوں ہاتھ ختم ہو گئے۔ مؤلفین و مقررین و مبلغین اسلام کیلئے خاص چیز ہے۔ اس کتاب کا مطالعہ معمولی تعلیم یافتہ و اعلیٰ تعلیم یافتہ ہر طبقہ کے لئے از حد ضروری ہے۔ قیمت رعایتی بجائے ؏ کے صرف ۱۲؍

صداقت اسلام

یعنی

تقریر دلپذیر محشی مع متن

افاضات مبارکہ حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم دیوبند

حضرت مولانا کی مشہور و معروف تالیف ہے جو کلامی دنیا میں ایک قابل قدر چیز ہے، اسلامی توحید و رسالت اور اُس کے بنیادی اصول پر ایسے محققانہ عقلی دلائل کا ذخیرہ جمع کیا گیا ہے کہ اہل علم حضرات اُس کے دلدادہ و شیدا ہیں۔ اس کتاب کا مطالعہ بڑی بڑی ضخیم علم کلام کے مطالعہ سے مستغنی ولا پرواہ کر دیتا ہے

قیمت خاص رعایتی ۱۰؍

اسلامی لوح [illegible]

حقانیت اسلام

مؤلفہ فخر المتکلمین حضرت العلامۃ مولانا شبیر احمد صاحب عثمانی صدر مہتمم دار العلوم دیوبند

الاسلام کے نام سے مولانا کا وہ مقبول و مستند مضمون ہے جو جلسہ مؤتمر الاسلام کے جلسہ کے اجلاس میں سامعین کو محو حیرت بنا چکا، حقانیت اسلام کے وہ زبردست دلائل جمع کئے ہیں کہ جن کے مطالعہ سے کٹر سے کٹر معاند بھی اسلامی عقائد، توحید و رسالت کے سامنے سر تسلیم خم کئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مناظرین و واعظین حضرات کے لئے نہایت کام کی چیز ہے۔ قیمت اصلی ۶ رعایتی ۳؍

تحذیر الناس محشی طبع جدید

مؤلفہ حضرت قاسم العلوم مولانا محمد قاسم صاحب بانی دار العلوم جس میں مسئلہ ختم النبوۃ پر معرکۃ الآرا بحث کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کا اثبات کیا گیا ہے۔ نافہموں کی غلط فہمی رفع کرنے کیلئے حواشی کا اضافہ کیا گیا ۲؍

ملنے کا پتہ:- مکتبہ دار التبلیغ دیوبند (یوپی)

لطائف الحدیث

افاداتِ حسینیہ

نزول الرّب کی حقیقت!

از افاداتِ شیخ العرب والعجم حضرتنا و مولانا السید حسین احمد صاحب مدنی دامت برکاتہم شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند۔

"حسب وعدہ سابق ذیل میں حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی کی تقریر ترمذی کا ایک ضروری حصہ بطور خلاصہ درج کیا جاتا ہے حضرت شیخ کی اس متکلمانہ تقریر سے نزول باری کی حقیقت واضح ہو جائے گی۔ اور قرآن وحدیث میں جن مقامات پر اس قسم کے مضامین آئیں گے اُن سب کو سمجھنے میں سہولت و آسانی ہوگی۔

یہ جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہ حضرت شیخ کے دریائے علم و فضل کے چند قطرات ہیں۔ جو تشنگانِ علوم کی پیاس بجھانے کے لئے کافی و وافی ہیں۔

دعا ہے کہ خداوند کریم حضرت شیخ کو تا دیر سلامت رکھے اور مستفیدین حضرت کے علمی و روحانی فوائد سے عرصہ تک خوش کام و بامرام ہوں آمین ثم آمین"

نسیم احمد فریدی امروہی غفرلہ

عن ابی هریرة ان رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ینزل الله تبارک وتعالی الی السماء الدنیا کل لیلة حین یمضی ثلث اللیل الاول فیقول انا الملک من ذا الذی یدعونی فاستجیب له من ذا الذی یسألنی فاعطیه من ذا الذی یستغفرنی فاغفر له فلا یزال کذالک حتی یضیئ الفجر (ترمذی جلد اول مطبوعہ علیمی دہلی ص۵۹)

حضرت ابو ہریرہ رضی سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک تعالیٰ ہر رات جبکہ تہائی رات گذر جاتی ہے آسمان دنیا پر جلوہ فرما ہوتا ہے اور فرماتا ہے کہ میں بادشاہ (مطلق) ہوں کون شخص ہے جو مجھ سے دعا کرے پس میں اُس دعا کو قبول کروں۔ کون شخص ہے جو مجھ سے سوال کرے میں اس کو عطا کروں، کون شخص ہے جو کہ مجھ سے مغفرت طلب کرے پس میں اُس کو بخشدوں، برابر یہی شان رہتی ہے۔ یہاں تک کہ فجر طلوع ہو جاتی ہے۔

نزول کہتے ہیں ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف انتقال کرنے کو بشرطیکہ ایک مکان اونچا اور ایک نیچا ہو۔ مکان اور زمان خصوصیات جسم اور خصوصیات حوادث میں سے ہیں۔ اس لئے نزول کا استعمال باری تعالیٰ کے ساتھ کس طرح ہوگا۔؟ فرقہ مجسمہ اس قسم کی روایات کو حقیقت پر حمل کرتا ہے۔ لیکن حقیقت پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے (اس مسئلے میں) اہل سنت والجماعۃ کے تین اقوال ہیں:

(۱) یہاں پر استعارہ بالکنایہ استعمال کیا گیا ہے۔ یعنی خداوند کریم کی رحمت کا متوجہ ہونا بمنزلہ نزول کے ہے ایسے موقع پر مشبہ بہ کو ذکر کرکے مشبہ کو حذف کر دیا جاتا ہے جیسے رأیت اسداً فی الحمّام اصل میں ہے رأیت زیداً کالاسد فی الحمّام۔ یہاں پر مشبہ کے لوازمات ذکر کر دیئے گئے ہیں یہ استعارہ بالکنایہ کہلاتا ہے؛

(۲) متکلمین اس جگہ پر مجاز بالحذف مانتے ہیں ینزل اللہ کو ینزل ملائکۃ اللہ تعالیٰ (یا) ینزل امر اللہ تعالیٰ (یا) ینزل رحمت اللہ تعالیٰ کے معنے میں رکھتے ہیں۔ یہ توجیہ متکلمین متاخرین کی ہے۔ (لیکن) مقدمین کہتے ہیں ینزل اللہ کما یلیق بشانہ (اللہ تعالیٰ جس طرح بھی اُس کے شان کے لائق ہے اُس طرح نزول فرماتا ہے) یعنی ہمارا جیسا نزول نہیں ہے جس سے مکان وغیرہ کا مقید ماننا پڑے۔ جناب باری تعالیٰ کے لئے ہمارا جیسا نزول یقیناً خلافِ شان ہے۔ دیکھو (آفتاب) کی حرارت منتقل ہوکر آتشیں شیشے میں آتی ہے لیکن آفتاب کا نزول نہیں ہوتا حرارت بعینہا شمس میں رہتی ہے (جبکہ بعض اجسام کی یہ حالت ہے تو باری تعالیٰ سبحانہٗ کا نزول) بدرجۂ اولیٰ اُسکی شان کے مطابق ہوگا۔ ہمارا نزول ایک مکان کو چھوڑ کر دوسرے مکان میں ہوتا ہے لیکن باری تعالیٰ سبحانہٗ کا نزول ایسا نہیں ہے۔ (اگر نزول باری تعالیٰ پر تعجب ہے تو اس محسوس مثال پر غور کرو کہ کس طرح) آفتاب نزول کرکے چھوٹے سے آئینے میں آجاتا ہے۔ حالانکہ وہ ہیئتِ قدیمہ کے نزدیک زمین سے ایک سو ساٹھ (۱۶۰) گنا بڑا ہے۔ اور ہیئتِ جدیدہ کے نزدیک زمین سے کئی لاکھ گنا بڑا ہے؛

جب متاخرین نے دیکھا کہ لوگوں کے شکوک و شبہات بڑھتے چلے جاتے ہیں تفلسف (فلسفہ) اُن میں بڑھ رہا ہے تو اُنہوں نے تاویلات کیں؛

ایک اعتراض اور اُس کا جواب اعتراض ہوتا ہے کہ جس طرح گروہ اشاعرہ و ماترید یہ تاویلات کرتے ہیں۔ معتزلہ و جہمیہ بھی تاویلات کرتے ہیں۔ ان میں اور اُن میں کیا فرق ہے؟ اس کا جواب یہ ہے۔ کہ دونوں کی تاویلات میں فرق یہ ہے کہ اشاعرہ و ماتریدیہ تاویلات پر جزم نہیں کرتے برخلاف معتزلہ وغیرہ (اہل باطل) کے کہ وہ جو تاویلات کرتے ہیں اُن کے متعلق کہتے ہیں کہ بس یہاں یہی معنیٰ مراد ہیں۔

(۳) تیسری تاویل صوفیاء کی ہے۔ صوفیاء کہتے ہیں کہ ایک شے کے ظہور متعدد طریقہ سے ہو سکتے ہیں ہر ظہور میں درجات متفاوت ہوتے ہیں اسی طرح ہر ظہور کے لئے لازم نہیں ہے کہ نفس شے اپنے شئون و صفات سے بدل جائے۔ دیکھو ایک آفتاب ہے اُس کا ظہور شیشوں کے تغیرات کے موافق ہے۔ ان تغیرات سے بظاہر رنگ و کیفیت آفتاب میں فرق نظر آتا ہے۔ (سبز شیشہ ہو تو دھوپ سبز اور

سُرخ ہے تو دھوپ سُرخ معلوم ہوتی ہے) لیکن نفسِ آفتاب میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اسی کو تجلّی کہتے ہیں خداوند کریم بھی مختلف امکنہ (مکانات) میں اسی طرح تجلّی کرتا ہے لیکن تجلیات کے اختلاف و تفاوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ متجلّی (تجلی والا) بھی مختلف ہو جائے خداوند کریم نے کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے سامنے تجلی نار کے ساتھ فرمائی اگرچہ وہ نار و نور دونوں سے منزہ ہے لیکن اُس کا ظہور انسانی استعداد کے مطابق ہوا؛

تجلّی و تدلّی کا فرق | تدلی کے معنے لٹک جانے کے ہیں۔ جیسے ایک فرشتہ بصورتِ بشر آجائے جیسے حضرت جبریل علیہ السلام حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کی صورت میں آئے تھے۔ وہ تجرد جو اعلیٰ درجے کی صفت تھی اُس کو چھوڑ کر ادنیٰ درجے کو اختیار کیا یہ تدلّی ہے۔ لیکن خداوند کریم کا نزول ہر رات کو سماءِ دنیا پر بطور تجلّی ہوتا ہے؛

فائدہ | خداوند کریم کی جو صفات اشتباہ پیدا کرنے والی ہیں۔ جیسے ضحک، قدم، غضب، ید وغیرہ اُن میں یا تو متکلمین متقدمین کا طریقہ جو کہ اسلم (محفوظ) ہے اختیار کیا جائے (کہا جائے کہ یہ صفات اُس کی شان کے مطابق ہیں نہ کہ ہماری جیسی) یا متاخرین کا احکم (مضبوط) طریقہ جو کہ لاعلی السبیل الجزم (تاویلات پر جزم و حصر نہیں ہے) اختیار کیا جائے لاعلی السبیل الجزم کے یہ معنے نہیں ہیں کہ اُن تاویلات پر عزم نہیں بلکہ معنیٰ یہ ہیں کہ ممکن ہے اِن تاویلات کے علاوہ دوسری تاویلات بھی ہو سکیں اِن تاویلات پر حصر نہیں ہے؛

دوسری بحث الی السماءِ الدنیا (آسمانِ دنیا) چونکہ ہم سے قریب ہے اسلئے مراد یہ ہے کہ رحمتِ الٰہی ہم سے بہت قریب ہو جاتی ہے۔ کُلّ لیلۃ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کوئی رات مخصوص نہیں ہے بلکہ ہر رات رحمتِ الٰہی نازل ہوتی ہے؛

مگر شبہ یہ ہوتا ہے کہ ہر جگہ ایک وقت میں رات نہیں ہوتی۔ اور کوئی آن ایسی نہیں پائی جاتی جس میں کہیں نہ کہیں رات نہ ہو تو اس کے معنیٰ یہ ہوئے کہ نزولِ الٰہی ہر وقت ہوتا ہے۔ اس شبہ کا جواب یہ ہے کہ مخصوص رحمتِ الٰہی ہر جگہ رات ہی کو نازل ہوگی۔ اگرچہ تمام رحمت کا تعلق ہر آن کے ساتھ ہے۔ لیکن کیفیات میں فرق ہوگا؛

حین یمضی ثلث اللیل الاول مصنف رح کے نزدیک ثلث اللیل الآخر صحیح روایت ہے اور نصف اللیل الاول اور ثلث اللیل الاول والی دوسری روایات کو مرجوح قرار دیا جائے گا۔ یا یہ کہا جائے گا کہ جتنی رات گذرتی جائے گی جمالیت بڑھتی جائے گی؛

اوّل وقت جمالیت اتنی زیادہ نہ ہوگی اس لئے کہا جائے گا کہ نزولِ رحمت شروع اوّل شب میں

ہوتا ہے۔ نصف شب میں رحمت بڑھ جاتی ہے۔ اور آخر شب میں رحمت خداوندی کا ظہور بہت زور سے ہوتا ہے جس طرح برسات ساون کے آخر میں زور سے ہوتی ہے۔ اگرچہ برسات ساون سے پہلے ہی شروع ہو جاتی ہے لیکن اس کا اول و وسط۔ اور آخر ہوتا ہے یہی حال رات میں رحمت الٰہی کا ہے؛

فائدہ رات مظہر جمال ہے اور دن مظہر جلال۔ اسی وجہ سے رات کو قرأت زور سے پڑھنے کی اجازت اور حکم ہے اور دن کو آہستہ پڑھنے کا حکم ہے۔ حضرت شیخ نے ضمناً فرمایا کہ ماں مظہر جمال ہے اور باپ مظہر جلال

آخر میں حضرت شیخ نے ۔۔۔۔ حسب عادت اپنے خدام کو ضروری ہدایت و تلقین فرمائی

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ وقت بہت بابرکت ہے ایسے وقت میں تم ٹانگیں پھیلائے ہوئے سوتے ہو۔ تمہارے حجرے میں کوئی صوفی مزاج طالبعلم ہے اور رات کو تہجد کے لئے اٹھتا ہے تو تم صبح کو شکایت کرتے ہو کہ ہمیں سونے نہیں دیتا۔ اگر جاڑوں میں اس نے کہدیا بھائی الشتاء ربیع الابرار جاڑوں کا زمانہ ابرار (نیک آدمیوں کیلئے موسم بہار ہے عبادت کے لئے اچھا زمانہ ہے۔ چودہ گھنٹہ کی رات ہوتی ہے اٹھو تہجد پڑھ لو تو تم کہتے ہو کہ یہ تو چودہ گھنٹہ کی رات ہے اگر اٹھارہ گھنٹہ کی بھی رات ہو تو میں نہ جاگوں

احادیث میں ان میاں بیوی کے فضائل آتے ہیں جو ایک دوسرے کو تہجد کے لئے اٹھائیں بیوی چھینٹا دیکر میاں کو اٹھائے۔ آج تو اگر بیوی چھینٹا دیکر میاں کو رات کے وقت تہجد کے لئے اٹھائے ۴
تو میاں مارنے کو دوڑے گا۔ فقط۔

کیا ہندوستان دار الحرب ہے

از افاضات مبارکہ قطب العالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب محدث گنگوہی

معہ شرح و ترجمہ اردو

از مولانا الحاج المولوی محمد شفیع صاحب سابق مفتی دار العلوم دیوبند

ومعہ حواشی مفیدہ

از علامہ الحاج المولوی محمد سہول صاحب عثمانی صدر مفتی دار العلوم دیوبند

ہندوستان کا دار الحرب ہو عرصۂ دراز سے علماء کے درمیان مختلف فیہ چلا آرہا ہے۔ اس موضوع پر حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک گرانمایہ و مفصل مضمون کی صرف چند نقلیں ہندوستان بھر میں موجود تھیں لیکن عام مسلمانان ہند آجتک اس کے عام مطالعہ و افادہ سے محروم تھے۔ چنانچہ الحمد للہ علی احسانہ کہ یہ اصل مضمون معہ اردو شرح از مولانا محمد شفیع صاحب و ضروری حواشی مفیدہ از مولانا محمد سہول صاحب صدر مفتی دار العلوم منظر اشاعت پر جلوہ گر ہو گیا اس مضمون کے مطالعہ سے ہر مسلمان کو ہندوستان کے دار الحرب ہونیکے متعلق ایک تسلی بخش و سیر حاصل اطمینان نصیب ہو جاوے گا!

رسالہ ہاتھوں ہاتھ ختم ہو رہا ہے جلد طلب کیجئے ورنہ ایڈیشن ثانی کا انتظار کرنا پڑے گا۔ قیمت رعایتی صرف تین آنہ (۳؍)

افادات حسینیہ

حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند مندرجۂ ذیل مشہور و معرکۃ الآراء مضامین گرامیہ کا یکجائی مجموعہ یعنی ولادت محمدی کا راز یا اسوۂ نبوت کی پیروی میں مسلمانوں کی مشکلات کا حل۔ فلسفۂ کثرت ازواج۔ اسلامی داڑھی کا فلسفہ۔ فلسفۂ معراج جسمانی۔ اسلام کی عالمگیر خصوصیات وغیرہ جو علمی و تبلیغی دنیا میں نہایت قبولیت سے دیکھے گئے ہیں۔ آپ بھی طلب فرما کر ان مضامین گرامی سے مستفید ہوں قیمت رعایتی صرف ۳؍

یہ کتابیں و دیگر ہر قسم کی کتابیں و قرآن شریف و حمائلیں نہایت ارزاں ملنے کا پتہ **مکتبہ دار التبلیغ دیوبند ضلع سہارنپور**

اسلام کی عالمگیر خصوصیات

دنیا میں تبلیغی و سچا مذہب فقط اسلام ہی!

از افاضات مبارکہ حضرت العلامہ مولانا سید حسین احمد صاحب دامت برکاتہم

یہ بہت مبارک و دلچسپ عنوان ہی۔ حضرت مولانا مدظلہ نے اولاً تبلیغ اور اس کے جملہ پہلوؤں پر سیر حاصل بحث کی ہی۔ اس کے بعد تاریخ کے ناقابل تردید استدلالات سے محققانہ و مدبرانہ انداز میں ثابت کیا ہی کہ ادیانِ عالم میں فقط اسلام ہی کو تبلیغ و اشاعت کا استحقاق ہے۔ اس کی عالمگیر اشاعت میں صداقت و حقانیت موجب ترقی و تقویت ہوئی۔ جبر و اکراہ کو کسی قسم کا دخل نہیں۔ مضمون کیا ہے۔ قرآن و احادیث اور تاریخ کے ناقابلِ انکار دلائل و براہین کا مجموعہ ہے؛

مطالعہ کے بعد ہر قلب مضطرب اطمینان و سکون سے ہمکنار ہو جاتا ہے۔ اور کسی قسم کا تردد و اشکال باقی نہیں رہتا۔

خالق اکبر اس مقدس و بابرکت ہستی کو ہمیشہ قائم رکھے، آپ کے فیوضات و برکات کا سرچشمہ دائمی طور پر جاری رہے۔ تاکہ تشنگانِ معرفت دائماً اس سے سیراب ہوتے رہیں؛ (ادارہ)

تبلیغ کی ضرورت دنیا کے تمام عقلاء کا اس پر اتفاق ہے کہ ہر انسان کا اخلاقی اور انسانی فرض ہے کہ اگر کسی دوسرے انسان کو کسی سخت نقصان سے دوچار ہوتا ہوا دیکھے تو اُس کی مدد کرے اور حتی الوسع اُس کی دستگیری کرتا ہوا مصائب و آفات کے پنجہ سے نجات دلوائے۔ اسی بنا پر گڑھے اور کنوؤں میں گرنے والوں درندوں اور زہریلے جانوروں کے شکار ہونے والوں، ظالم اور خوں خوار حیوانوں کے پنجوں میں پھنسنے والوں، فاقہ اور افلاس و امراض میں مبتلا ہونے والوں وغیرہ وغیرہ کی مدد ہر قوم اور ہر مذہب میں ضروری خیال کی جاتی ہے۔ جبکہ دنیاوی چندروزہ مصائب اور فنا ہونے والے جسم کی تکالیف سے بچانا انسانی فریضہ شمار کیا جاتا ہے تو اخروی دائمی مصائب اور ہمیشہ باقی رہنے والی روح کی تکالیف سے بچانا کیا اس سے بدرجہا بھی زائد لزوم والا فریضہ شمار نہیں کیا جائے گا۔ اسلئے ہر انسان کا فرض ہے کہ وہ دوسرے انسانوں کی اُخروی زندگی اور روحانی امراض سے شفایابی کی طرف

پوری توجہ کرے

دوسری وجہ | جبکہ حسب تعلیمات اسلامیہ تمام افراد انسانی ایک ہی باپ اور ایک ہی ماں کی اولاد ہیں اور یہی وجہ ہے کہ مقتضیات طبعیہ اور صورت و سیرت میں سب ایک دوسرے سے مشابہ ہیں اسلئے جس طرح اپنے حقیقی بھائی کی ہم پر حقوق ہیں اور انہیں کی بنا پر ہمارا طبعی اور عقلی فریضہ ہے کہ ہم اپنے بھائی کی ہر طرح ہمدردی اور مدد کریں۔ اسی طرح ہمارا طبعی اور عقلی فرض ہوگا کہ اپنے ہر بھائی انسان کی ہمدردی کریں اور اُس کو آخرت کے عذاب سے نجات دلانے کی، اللہ تعالیٰ کی ذات اور اُسکی خوشنودی تک پہنچانے کی، نعیم ابدی اور روحانی زندگی کے حاصل کرانے کی ہر ممکن کارروائی سے دریغ نہ کریں؛

تیسری وجہ | اگر ہر ڈاکٹر، ہر حکیم، ہر وید کا فرض ہے کہ کسی مبتلائے امراض جسمانی کو دیکھکر اُسکا علاج کیسے تو ہر حکیم روحانی کا فرض ہوگا کہ روحانی مریضوں کے علاج معالجہ میں کوتاہی نہ کرے۔ مگر جسطرح جسمانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے جسمانی ڈاکٹروں اور حکیموں وغیرہ کے فرائض میں فرق مراتب ہوتا ہے اسی طرح روحانی امراض کے مراتب کی حیثیت سے روحانی حکیموں کے فرائض میں فرق ہوگا۔ جو روحانی امراض روحانی زندگی کو فنا کرنے میں ویسا ہی مرتبہ رکھتے ہیں جو کہ طاعون، ہیضہ، سل وغیرہ جسمانی امراض مہلکہ جسمانی زندگی کے فنا کرنے میں رکھتے ہیں انکے دفع کرنے میں اُنکا فریضہ نہایت ہی اکید اور شدید ہوجائیگا اسی وجہ سے اسلام جو کہ حقیقی معنوں میں کامل اور مکمل مذہب ہے اس اعلیٰ درجہ کی عام ہمدردی کا بہت زور و شور سے مؤید ہے فرمایا جاتا ہے

وَلْتَكُنْ مِنْكُمْ أُمَّةٌ يَدْعُونَ إِلَى الْخَيْرِ وَيَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَأُولَئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ ۔

چاہئے کہ تم میں سے ایک ایسی جماعت (ہمیشہ کیلئے) ہو جائے جو کہ لوگوں کو بھلائی کی طرف بلاتی رہے اور عمدہ باتوں کا لوگوں کو حکم کرے اور ناپسندیدہ باتوں سے منع کرے۔ اور یہی لوگ نجات پانیوالے ہیں

دوسری جگہ فرماتے ہیں:۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۔

تم لوگ (امت محمدیہ) اُن تمام اُمتوں میں بہتر ہو جو کہ لوگوں میں پیدا کی گئی ہیں کیونکہ تم لوگوں کو بھلائی کا حکم کرتے ہو۔ اور بُرائی سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو؛

اس قسم کے احکام قرآن شریف میں متعدد مقامات میں ذکر فرمائے گئے ہیں۔ احادیث میں بھی اس پر نہایت پر زور الفاظ میں روشنی ڈالی گئی ہے۔ کہیں فرماتے ہیں:۔

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَا یُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔	تم میں سے کوئی مؤمن (کامل) نہیں ہوگا جبتک اپنے بھائی کیلئے ویسی چیز دوست نہ رکھے جیسی اپنے لئے پسند کرتا ہے۔

کہیں علامات ایمان بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں کہ "آدمیوں سے صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے دوستی رکھے" یعنی یہ کہ وہ خدا کی مخلوق ہیں اور اُس کے پیارے۔ اسی عام ہمدردی کی بنا پر فرمایا جاتا ہے۔

خَیْرُ النَّاسِ مَنْ یَّنْفَعُ النَّاسَ	لوگوں میں سب سے بہتر وہ شخص ہے جو کہ سب لوگوں کو نفع پہنچائے

حسب ارشاد سابق جبکہ خیریت کا مدار لوگوں کو نفع پہنچانے پر ہوا تو جس قدر نفع عظیم الشان ہوگا خیریت بھی ویسی ہی عظیم الشان ہوگی۔ پس عذابِ آخرت سے نجات دلانا، روحانی ابدی زندگانی حاصل کرانا، امراضِ روحانی کا دُور کر دینا وغیرہ وغیرہ چونکہ نہایت اعلیٰ درجے کے منافع ہیں جن کے برابر کوئی شخصی یا قومی مادی نفع نہیں ہو سکتا اسلئے جو شخص ایسے منافع کا متکفل ہوگا وہ سب ہی سے اعلیٰ اور افضل ہوگا یہی وجہ ہے کہ انبیا علیہم الصلوٰۃ والسلام تمام افرادِ انسانی میں اعلیٰ اور اکمل ہوتے ہیں۔ اُنکی نظر ہمیشہ عموم پر ہوتی ہے خصوص سے وہ بالاتر ہوا کرتے ہیں۔ بلکہ بسا اوقات وہ اپنی ذات اور اعزا و اقارب کو بھی طرح طرح کی تکالیف میں عام خلائق کے نفع کے لئے مبتلا کر دیتے ہیں اور پھر پرواہ تک نہیں کرتے۔ اور جس طرح ۳
وہ عموم کے منافع کے درپے ہوا کرتے ہیں اسی طرح وہ کم نفع دینے والی چیزوں اور بے قدر اُمور کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتے۔ اُن کا نصب العین روحانی زندگی، روحانی شفا، اخلاقی تہذیب، آخرت کی بھلائیاں خداوندِ عالم کا قرب اُس کی خوشنودی، قومی ترقیات وغیرہ وغیرہ اعلیٰ درجہ کے اُمور ہوتے ہیں۔ البتہ انبیا علیہم السلام میں بھی عموم کے درجات متفاوت ہیں۔ کوئی نبی فقط اپنی قوم کا مصلح اور طبیب ہوتا ہے کوئی اپنے تمام مُلک کا ہمدرد اور ریفارمر ہوتا ہے اور کوئی تمام عالم انسانی اور تمام خلائق کا حکیم۔ اور یہی خوا بنایا جاتا ہے۔ جس پیغمبر میں یہ آخری درجہ عموم کا ہوگا اور جس کی نظر رافت و شفقت اس طرح عام فیض رساں ہوگی بلا شک و شبہ وہ تمام پیغمبروں میں اعلیٰ اور سب کا خاتم ہوگا۔ اُس کے مرتبہ کو نہ کوئی پیغمبر پہنچ سکے گا اور نہ اُس کے حکم سے کسی کو رُوگردانی کی اجازت ہوگی۔ وہ تمام پیغمبروں میں ایسا عہدہ رکھتا ہوگا جیسا تمام ملازمانِ شاہی میں صدرِ اعظم کا عہدہ ہوتا ہے جو کہ تمام شاہی عملہ پر اور تمام شعبہائے حکومت پر حکمراں ہوتا ہے۔ اسی لئے اُس کا زمانہ بھی تمام پیغمبروں کے زمانہ سے اسی طرح آخر میں ہوگا جیسے کہ اپیل صدرِ اعظم کے دربار میں سب سے آخر میں ہوتی ہے اور اُس کے بعد اگر کوئی مرتبہ اپیل کا رہ جاتا ہے تو

فقط شاہنشاہ کی بارگاہ میں اپیل کار ہا کرتا ہے۔

عموم تبلیغ میں مسلمانوں کی خصوصیت

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسانی، طبعی، عقلی، شرعی، جملہ حیثیتوں سے ضروری ہے کہ عام خلائق کی بہبودی کا فکر کیا جائے اور پھر اُس بہبودی اور ہمدردی کو سب سے زیادہ پیش نظر رکھا جائے جو کہ نہایت گرانقدر ہو اور جس قدر ان دونوں اُمور میں اضافہ ہوگا اُسی قدر خیریت بڑھے گی اور اُسی قدر پروردگار عالم کے یہاں اُس کے لئے انعام اور اجر کا استحقاق ہوگا۔ اور یہ فریضہ مسلمانوں ہی کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ کیونکہ جس طرح آخری گورنر اور وائسرائے کا حکم ماننا ضروری سمجھا جاتا ہے پہلے گورنروں اور قدیم وائسرایوں کا حکم آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے زمانہ میں منسوخ ہو جاتا ہے اور اس آخری گورنر اور آخری وائسرائے کے حکم سے سرتابی کرنے والا امپائرد شہنشاہیت) کا باغی شمار کیا جاتا ہے اگرچہ وہ گذشتہ گورنروں کی تابعداری کا دم بھرتا ہو اسی طرح نبی آخر الزماں کے آنے کے بعد پہلے پیغمبروں کے تمام احکام منسوخ ہوں گے اُس کے حکم سے سرتابی کرنے والا خداوندی باغی اور مجرم قرار دیا جائے گا۔ اگرچہ وہ دعویٰ کرتا ہو کہ میں خداوندی پرانے پیغمبر کا تابعدار رہوں۔ لہٰذا مسلمان چونکہ اس پیغمبر آخر الزماں کے تابعدار ہیں اس لئے حقیقی اصلاح اور واقعی شفا فقط اُن کے پاس ہے ان کا فریضہ تمام اقوام سے بہت زیادہ بڑھا ہوا ہے کہ وہ اقوام عالم اور تمام بنی نوع انسانی کی اصلاح اور شفا میں سب سے زیادہ اُسی طرح کوشش کریں جس طرح اُس ڈاکٹر اور حکیم کا سب حکیموں سے قوی فریضہ ہوتا ہے جو کہ یقینی طور پر جانتا ہے کہ اس زمانہ میں موجودہ امراض میں صرف میری ہی دوا نفع دینے والی ہے دوسرے ڈاکٹروں اور حکیموں کی دوائیں ان امراض کیلئے شفا بخش نہیں۔

مسلمانوں کی مستحق تبلیغ ہونے کی دوسری وجہ

علاوہ ازیں چونکہ مسلمانوں کے پیغمبر تمام روئے زمین کے بسنے والے اور عام اقوام کے لئے ریفارمر اور مصلح بنائے گئے ہیں جیسا کہ فرمایا جاتا ہے وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا (ہم نے تم کو صرف تمام آدمیوں کے لئے خوشخبری دینے والا اور عذاب سے ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے) دوسری جگہ فرماتے ہیں تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا (نہایت برکت والی

ہو وہ ذات جس نے فرقانِ حمید کو اپنے خاص بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) پر اسلئے اُتارا کہ تمام عالموں کیلئے (خدا کی پکڑ اور ناراضی سے) ڈرانے والی ہو جائیں) اسلئے مسلمانوں کا فریضہ اصلی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمائندگی اور قائم مقامی کر کے تمام اقوامِ عالم کو آنحضرت علیہ السلام کے دین اور شریعت سے آگاہ کریں اور اُن کے سامنے حقانیتِ اسلام کے آفتاب کو روشن کر دیں، اُنکو صحیح راستہ کی طرف بلائیں اور حقیقی شفاء اور دوا پر مطلع کریں۔

غیر مسلموں کو یہ حق تبلیغ نہیں

مگر دوسروں کو جنکو پیغمبر السے نہیں بوجوہ مذکورہ بالا یہ حق نہیں پہنچتا اسلئے مسلمانوں کو آقائے نامدار علیہ السلام نے ارشاد فرمادیا:-

لِيُبَلِّغِ الشَّاهِدُ مِنْكُمُ الْغَائِبَ | جو لوگ میری مجلس میں موجود ہیں وہ غائب ہونیوالوں کو میری تعلیمات پہنچادیں

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔ بَلِّغُوا عَنِّي وَلَوْ آيَةً | میری طرف سے لوگوں کو (احکام اور شریعت حقہ) پہنچاؤ اگرچہ ایک ہی آیت ہو۔

تیسری جگہ فرماتے ہیں:-

يَا عَلِيُّ لَأَنْ يَهْدِيَ اللّٰهُ بِكَ رَجُلًا خَيْرٌ مِنْ أَنْ تَكُونَ لَكَ الدُّنْيَا وَمَا فِيهَا۔	اے علی (رضی اللہ عنہ) اگر تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالی ایک مرد کو بھی ہدایت کر دے تو وہ تمہارے لئے تمام دنیا اور اُس کے خزانوں وغیرہ سے بہتر ہے

قرآن شریف میں فرماتے ہیں:-

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ	اللہ تعالیٰ وہ ذات پاک ہے جس نے اپنے پیغمبر کو سچا دین اور ہدایت دے کر اسلئے بھیجا کہ وہ تمام دینوں کو اس پر غالب کر دے اگرچہ کافر اسکو پسند نہ کریں

5

یہی وہ فرائض تھے جنہوں نے مسلمانوں کو بےچین کر دیا تھا اور جسکی وجہ سے اُن کو نیند اور آرام حرام ہو گیا تھا اُنکو اپنے پیارے اوطان میں ٹھیرنا اور اپنی زندگانی کی خدمتیں کرنی وبالِ جان ہو گئی تھیں۔ اسی عام خیرخواہی نے اُنکو اہل وعیال، زن وفرزند، عزیز واقارب، تن من دھن سب سے جدا کر دیا۔ اسی حقیقی اصلاح کے وجوب نے اُن کو مجبور کر دیا کہ وہ اطرافِ عالم میں سچی روشنی کی مشعلیں لیکر پھیل پڑیں اور کوئی قوت خواہ کتنی ہی عظیم الشان کیوں نہ ہو اگر مانع آئے تو اُس سے ٹکرا کھا جائیں۔ تبلیغ سے منع کرنے والے، لوگوں کی اصلی مداواۃ اور حقیقی شفاء سے روکنے والے۔ خدا کی عام مخلوق کو گمراہی میں پڑے رکھنے کی کوشش کرنے والے یا تو اپنے اعمالِ قبیحہ سے باز آجائیں ورنہ پھر قوت کا قوت سے مقابلہ کرنا ضروری ہوگا۔

جس وقت مسلمان اپنی اس سچی روشنی کو لیکر نکلے ہیں اُنکے پاس مکمل فوجیں نہ تھیں

مکمل ہتھیار نہ تھے۔ مکمل خزانے نہ تھے، اُنکے پاس کوئی ظاہری قوت ایسی نہ تھی جو کہ قیصر اور کسریٰ اور مقوقس کا انفرادی طور پر بھی مقابلہ کر سکتی چہ جائیکہ اجتماعی طور پر کرتی۔ مگر چونکہ دنیا مطلوب نہ تھی حکومت کی ہوس نہ تھی۔ خزانوں کا لالچ نہ تھا۔ اقوامِ عالم کی تجارت اور دستکاری کی خواہش نہ تھی۔ جوع الارض کی بیماری نہ تھی، اقوامِ عالم کو غلام بنانے کی آرزو نہ تھی، فقط حقیقی اصلاح اور خوشنودی پروردگار کی آگ اُنکے سینوں میں بھڑک رہی تھی جس کے لئے تقویٰ اور زہد نے دھونکنی کا کام دے رکھا تھا اسلئے جو بھی اُن کے سامنے آیا خواہ پہاڑ ہی کیوں نہ تھا پاش پاش ہو گیا۔ اُس کی ہستی مٹ گئی اور خدا کی سچی روشنی اطرافِ عالم میں پھیل گئی

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے تیس ہی برس کے عرصہ میں بحر اٹلانٹک کے کنارے سے ہمالیہ کی چوٹیوں تک لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ کا ڈنکا بجنے لگا، افریقہ کے صحرائے اعظم سے لیکر کاکیشا اور ارال کے دامنوں تک اسلامی جھنڈا لہرانے لگا۔

اگرچہ ایک ماہر ڈاکٹر اور حاذق حکیم کا فرض یہ بھی ہے کہ اگر نادان مریض اپنے مرض پر اصرار کرے اور دوا کے استعمال سے جان چرائے یا عناداً اُس کو استعمال نہ کرے تو وہ اُسکو جبراً اُسی طرح دوا پلا دے جس طرح ماں باپ بچے کو ہاتھ پیر پکڑ کر منہ کھول کر دوا پلا دیتے ہیں اور اس بنا پر وہ مستحق ملامت نہیں قرار دیئے جاتے بلکہ ہر طرح قابلِ ستائش قرار دیئے جاتے ہیں۔ ملامت صرف ایسے ہی مریضوں پر عائد ہوتی ہے۔ اور جسطرح حاذق جراح کا فرض ہے کہ وہ دنبل میں نشتر لگا کر مادہ فاسد نکالدے اگرچہ مریض چیختا چلاتا رہے۔ اسی طرح اگر اسلام جبراً لوگوں کو اپنا حلقہ بگوش بناتا اور اُن کی روحانی اور جسمانی، انفرادی اور اجتماعی اصلاحات اپنے قوانین تریاقیہ سے کرتا تو ہرگز مستحق ملامت نہ ہوتا مگر اُس نے آزادی خیالات اور انسانی اختیارات پر پانی نہیں پھیرا اور جبر تعدی، اکراہ اور بے اختیاری کی اجازت نہیں دی اُس نے صاف الفاظ میں اعلان کر دیا۔

وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ فَلْيَكْفُرْ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا (سورہ کہف پارہ ۱۵)	کہدو اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) حق بات تمہارے پروردگار کی طرف سے ظاہر ہو چکی ہے اب جس کا جی چاہے ایمان لائے اور جس کا جی چاہے کفر کرے ہم نے ظالموں کیواسطے عذاب تیار کر رکھا ہے۔

دوسری جگہ فرمایا گیا:۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْ بِاللّٰهِ	دین میں کوئی اکراہ اور جبر نہیں۔ ہدایت گمراہی سے کھل کر اور ظاہر ہو گئی۔ اب جو شخص بتوں کو چھوڑے گا اور

فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقَىٰ الآیۃ (سورہ بقرہ پارہ ۳) | اللہ تعالیٰ پر ایمان لائیگا اُس نے نہایت مضبوط ذریعہ حاصل کرلیا الخ

تیسری جگہ فرماتے ہیں:۔

أَفَأَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتَّىٰ يَكُونُوا مُؤْمِنِينَ | (انکار کرتے ہوئے فرماتی ہیں) اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کیا تم لوگوں پر اکراہ کروگی تاکہ مومن ہو جائیں

چوتھی جگہ فرماتے ہیں:۔

إِنَّمَا أَنْتَ مُذَكِّرٌ لَسْتَ عَلَيْهِمْ بِمُصَيْطِرٍ | تم (اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم) فقط لوگوں کو صرف یاد دلانیوالے اور سمجھانیوالے ہو تم اُن پر گماشتہ اور جبر کرنیوالے نہیں ہو

خلاصہ یہ کہ ایمان اور اسلام کیلئے جبر واکراہ کرنیکا حکم نہیں دیا گیا۔ اگرچہ یہ حکم دینا بھی قرین قیاس تھا۔ ہاں جو لوگ فریضہ تبلیغ اور اصلاحِ حقیقی سے مانع ہوئے یا مانع ہونے کی تیاری کرنے لگے اُن کے سامنے آنا اور مقابلہ کرنا ناگزیر تھا۔ یہی وجہ ہے کہ جن خطوط کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بادشاہانِ عجم کے پاس بھیجا اور اُن کو اسلام کی طرف بلایا تھا کسی میں تلوار اور لڑائی کی دھمکی نہیں دی گئی۔ اور یہی وجہ تھی کہ جزیہ کی مشروعیت غیر مسلموں کیلئے قرار دی گئی۔ اگر اسلام تلوار کے زور سے پھیلتا جیسا کہ پادری یا آریہ اپنے پروپیگنڈہ میں اسلام سے نفرت پھیلانے کیلئے کہہ رہے ہیں۔ تو آج صنعا اور یمن میں ہزاروں کی مقدار میں یہودی نظر نہ آتے۔ اسی طرح عراق (ماسوپوٹامیا) شام (سیریہ) فلسطین، مصر وغیرہ میں لاکھوں کی مقدار میں غیر مسلم جو کہ پشتہا پشت سے وہاں بستے ہوئے چلے آتے ہیں پائے نہ جاتے:

خود ہندوستان کے اُن مقامات پر غور کیجئے جو کہ صدیوں مسلمانوں کی قوتوں کی جولانگاہ رہے ہیں۔ غیر مسلموں سے بھرے ہوئے ہیں۔ ضلع دہلی میں جو کہ پایۂ تخت شاہانِ اسلام رہا ہے اور جہاں فوجی قوتوں کا ہر قسم کا مکمل مظاہرہ رہتا تھا فیصدی سولہ مسلمان اور باقی غیر مسلم ہیں۔ صوبہ یوپی جو کہ تقریباً ایک ہزار برس مسلمانوں کے قبضہ میں رہا ہے فیصدی پندرہ تقریباً مسلمان ہیں۔ بہار جو کہ بختیار خلجی کے زمانہ سے ہیسٹنگز کے زمانہ تک مسلمانوں کے قبضہ میں رہا فیصدی دس مسلمان ہیں۔ اگر جبر واکراہ سے مسلمان کیا جاتا تو جبکہ مسلمانوں کی فوجی قوتیں انتہائی عروج پر تھیں کونسی قوت اُن کو بجبر مسلمان بنانے سے روک سکتی تھی۔ ہاں عیسائیت اپنی سیاہ تاریخ اُٹھا کر دیکھے کہ اُس نے یہودی مذہب کو یورپ کے ممالک سے کس طرح فنا کیا۔ اور [illegible] سپین، سسلی، مالٹہ، یونان، کریٹ، بلگیریا وغیرہ میں مسلمانوں کے ساتھ کیا کر رہی ہے۔ آرین قومیں اپنے گذشتہ کارناموں پر غور کریں کہ اُنہوں نے ہندوستان کے اصلی باشندوں بھیل، گونڈ، کولی، چمار، [illegible] اچھوت قوموں کے ساتھ کیا معاملات کئے اور ابتک کیا کر رہی ہیں۔

چین میں آج سات کروڑ سے لیکر دس کروڑ تک مسلمانوں کی مردم شماری بتائی جاتی ہے وہاں کس روز مسلمانوں کی حکومت قائم ہوئی تھی۔ جزائر سماٹرا جاوا وغیرہ میں پانچ کروڑ سے زیادہ مسلمانوں کی مردم شماری مذکور ہے وہاں کونسا عالمگیر یا تیمورلنگ یا محمود غزنوی حملہ آور ہوا تھا ابتدائے اسلام میں جن لوگوں نے تلوار اُٹھائی تھی اُنکو کس تلوار نے مسلمان کیا تھا۔ یہ سب محض غلط اتہامات ہیں جو کہ دشمنوں نے اسلام کو بدنام کرنے کیلئے اُٹھائے ہیں۔ ہمیشہ پادشاہانِ اسلام اسکے خلاف احکام جاری کرتے رہے۔ اور رواداری اور بے تعصبی کا ثبوت دینے میں اُنہوں نے نہایت روشن پوزیشن پیش کیا ہے۔ جھوٹ اور افتراء کا تو کوئی جواب نہیں۔ ڈاکٹر بال کرشن پرنسپل راجہ رام کالج کولھاپور نے مندرجہ ذیل فارسی زبان کی ایک قدیم تحریر تلاش کرکے پائی تھی جس سے مخالفین کی ہرزہ سرائی کا پورا پتہ چلتا ہے۔ ظہیر الدین محمد بابر بادشاہ غازی اپنے بیٹے شہزادہ نصیر الدین ہمایوں کو اپنی خفیہ وصیت میں لکھتا ہے۔ ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"اے پسر سلطنت ہندوستان مختلف مذاہب سے پُر ہے۔ الحمد للہ کہ اُس نے اسکی پادشاہت تمہیں عطا فرمائی تمہیں لازم ہے کہ تمام تعصبات مذہبی کو لوحِ دل سے دھو ڈالو اور عدل و انصاف کرنے میں ہر مذہب ملت کے طریق کا لحاظ رکھو جسکے بغیر تم ہندوستان کے لوگوں کے دلوں پر قبضہ نہیں کر سکتے۔ اس ملک کی رعایا مراحم خسروانہ اور الطاف شاہانہ سے مرہون ہوتی ہے۔ جو قوم یا ملت قوانین حکومت کی فرمانبردار ہے اسکے مندر اور مزار برباد نہ کئے جائیں۔ عدل و انصاف ایسا کرو کہ رعایا بادشاہ سے خوش رہے ظلم و ستم کی نسبت احسان اور لطف سے اسلام زیادہ ترقی پاتا ہے۔ شیعہ و سنی کے جھگڑوں سے چشم پوشی کرو۔ ورنہ اسلام کمزور ہو جائیگا۔ جس طرح انسان کے جسم میں چار عناصر مل جلکر اتحاد و اتفاق سے کام کر رہے ہیں اسیطرح مختلف مذاہب رعایا کو ملا جلا رکھو۔ اور انمیں اتحاد عمل پیدا کرو تاکہ جسم سلطنت مختلف امراض سے محفوظ و مامون رہے۔ سرگذشت تیمور کو جو اتفاق و اتحاد کا مالک تھا ہر وقت اپنی نظر کے سامنے رکھو تاکہ نظم و نسق کے معاملات میں پورا تجربہ ہو"

روزنامہ خلافت ص ۵ نمبر ۱۹۰ ۱۸ راگست ۱۹۲۶ء

شاہجہانگیر نے اپنے تمام قلمرو میں جو احکام امراء اور سرداروں پر نافذ فرمائے تھے اُن میں سے مندرجہ ذیل احکام بھی تھے:
"جھروکے میں نہ بیٹھا کریں۔ ہاتھی نہ لڑایا کریں۔ سیاست کیواسطے آنکھیں نہ پھوڑا کریں، ناک کان نہ کاٹیں، بزور کسی کو مسلمان نہ کریں الخ"

ترجمہ تزک جہانگیری ص ۹۲

اورنگ زیب مرحوم کا مندرجہ ذیل فرمان فارسی زبان میں راجہ نرنجن سین نے ایشیاٹک سوسائٹی کے ایک جلسہ میں پیش کیا تھا جو کہ جون ۱۹۱۱ء میں ایک اُردو اخبار میں شائع ہوا تھا۔ فرمان مذکور کا مضمون حسب ذیل ہے۔

"ہماری پاک شریعت اور سچے مذہب کی رو سے یہ ناجائز ہے کہ غیر مذہب کے قدیمی مندروں کو گرایا جائے ہماری اطلاع میں یہ بات لائی گئی ہے کہ بعض حاکم بنارس اور اسکے گردو نواح کے ہندوؤں پر ظلم و ستم کرتے ہیں اور اُنکے مذہبی معاملات میں دخل دیتے ہیں اور اُن برہمنوں کو جنکا تعلق پرانے مندروں سے ہے اُنکو اُن کے حقوق سے محروم کیا جاتا ہے لہذا یہ حکم دیا جاتا ہے کہ آئندہ سے کوئی شخص ہندوؤں اور برہمنوں کو کسی وجہ سے بھی تنگ نہ کریں اور نہ اُن پر کسی قسم کا ظلم کرے"۔

(دستخط اور مُہر شہنشاہ اورنگ زیب) (حمایت اسلام) خلافت نمبر ۱۹۰ ص ۵ ۱۸ راگست ۱۹۲۶ء (باقی آئندہ)

اسلام کی اشاعت اُس کی حقانیت و صداقت کی بدولت ہی ہوئی

حقیقت یہ ہے کہ اسلام اپنی سچائی اور حقانیت اور اپنے اصولوں اور تعلیم کی خوش اسلوبی وغیرہ کمالات کی بنا پر قلوب اور دماغوں پر ہمیشہ سے مقناطیسی اثر کرتا رہا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے باوجود اپنی تنگدستی اور بے سروسامانی کے اسلام کی دعوت شروع فرمائی اور تمام اہل عرب خصوصاً اہل مکہ اور قریش آپ کے سخت درپے آزار ہوگئے ظاہری کوئی سبب ایسا نہ تھا جس سے یہ امید کی جاسکتی کہ آپ کی کوششیں بارآور ہوں گی مگر یہ اسلام کی حقانیت اور اُس کی آسمانی طاقت ہی تھی جس سے قلوب کا مسخر ہونا شروع ہوگیا اور جوق جوق لوگ قرب وجوار اور دور دراز ملکوں سے آ آکر حلقہ بگوش اسلام کے ہوتے گئے تیرہ برس اسلام مکہ معظمہ کے جو کہ نان وائلنس (عدم تشدد) میں گذرے کئی سو آدمیوں کو اسلام کے دلدادہ بنا چکے تھے حالانکہ اس مدت میں مخالفین اسلام نے انتہائی مظالم اسلام اور مسلمانوں پر ڈھا رکھے تھے۔ پھر مدینہ منورہ پہنچنے اور امن وسلامتی حاصل ہونے کے بعد تو ترقی کی کوئی انتہا ہی نہیں رہی۔ اہل مدینہ جنہوں نے آخری دم تک انتہائی سرفروشی کا ثبوت دیا ہے خود بخود اسلام کی حقانیت معلوم کرکے اسلام کے پروانے بنے اور دوسروں کو بناتے رہے باوجودیکہ ابتدا میں لڑائی قریش اور اُن کے حامیوں سے اُن کے مظالم کی بنا پر رہا کی مگر دور دراز کے قبائل سے خود بخود لوگ آتے اور مسلمان ہوتے جاتے تھے۔

وفد عبد القیس کا بحرین سے آنا، ثمامہ بن اُثال حنفی کا اسلام لانا، ابو موسیٰ اشعری اور اُن کی جماعت کا خود بخود یمن سے کشتیوں میں سفر کرنا، ابوذر غفاری اور اُن کے بھائی رضی اللہ عنہم کا اپنے تمام کاروبار کو تجتے ہوئے خدمت اقدس میں پہنچنا، وائل بن حجر حضرمی کندی کا حضرموت سے قصد کرنا وغیرہ وغیرہ اتنے واقعات ہیں کہ خود اُن کی تفصیلات بہت زیادہ طول کی محتاج ہیں۔ اہل مکہ معظمہ جنہوں نے انتہائی مظالم کے پہاڑوں کا سلسلہ تقریباً بیس برس تک برابر جاری رکھا تھا اور وہ

وہ بیدردی اور جفا کاری ظاہر کی تھی جو کہ وہم و گمان سے باہر تھی مگر اسلام نے اُن پر فتح مندی حاصل کرنے کے بعد سب کو چھوڑ دیا نہ قتل کیا اور نہ اسیر کیا اور نہ اسلام کے قبول کرنے پر مجبور کیا مگر یہی احسانِ گراں ایک ایسی فتح کرنے والی تیز تلوار کے قائم مقام تھا کہ اُس نے سب کی گردنیں اسلام کی حقانیت کے سامنے جھکا دیں۔ وہ سب کے سب خود مسلمان ہوئے اور اس خوش معاملگی اور عفو و کرم کو دیکھ کر تمام عرب کے قبیلوں کو اسلام کی سچائی کا زوردار یقین ہو گیا۔ فوجوں کی فوجیں ۹ھ میں خود بخود حاضر ہو کر مسلمان ہوئیں اور اسی طرح اسلام روز افزوں ترقی کرتا رہا۔ تواریخ فتوح شام اور فتوح عراق اور مصر وغیرہ کے مطالعہ کرنے والے بخوبی جانتے ہیں کہ کس طرح رومیوں اور مصریوں اور پارسیوں کے بڑے بڑے سردار خود بخود اسلام کے گرویدہ ہوتے رہے ہیں۔ اور کس زور و شور سے عجمی اور رومی قوموں اور ایشیائی اور افریقی باشندوں نے اسلام کو برضا و رغبت قبول کیا ہے ۱۰۰ھ کا زمانہ ہے حضرت عمر بن عبد العزیز کی خلافت کا آفتاب تمام عالم کو جگمگائے ہوئے ہے امن و امان کا چاروں طرف اس طرح ڈنکا بج رہا ہے کہ حقیقی معنوں میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پی رہے ہیں اُس وقت میں گورنر خلافت عدی بن ارطاۃ کا عریضہ آتا ہے اور وہ لوگوں کے بکثرت اسلام میں داخل ہونے سے گھبرا کر الفاظِ ذیل لکھتا ہے:۔

"لوگ اسلام میں بہت زیادہ داخل ہوتے جاتے ہیں مجھکو خوف ہے کہ آمدنی (خراج) میں کمی نہ پڑ جائے"

خلیفہ وقت جواباً فرماتے ہیں:۔

"میں نے تمہارا خط سمجھا خدا کی قسم میری تمنا تو یہ ہے کہ تمام آدمی مسلمان ہو جائیں اور یہ نوبت پیش آجائے کہ آمدنی کی قلت کی وجہ سے تم اور میں کھیتی کر کے اپنے ہاتھوں سے پیدا کئے ہوئے غلے کو کھائیں"

اُسی زمانہ میں خراسان میں بھی ایسا ہی واقعہ پیش آیا وہاں بھی لوگ اسلام میں بہت کثرت سے داخل ہوئے جا رہے تھے اور چونکہ حکم یہ تھا کہ جو لوگ مسلمان ہو جائیں اُن سے جزیہ (انکم ٹیکس) اٹھا دیا جائے کیونکہ یہ فوجی خدمتوں کے عوض میں غیر مسلموں سے لیا جاتا تھا اور وہ ان عسکری خدمات سے بالکل آزاد رکھے جاتے تھے اس لئے گورنر خراسان (جراح) کو بعض لوگوں نے بھڑکایا کہ یہ لوگ محض جزیہ (انکم ٹیکس) ہی بچنے کے لئے مسلمان ہوتے ہیں۔ اسلام درحقیقت ان کے قلوب میں

جاگزین نہیں ہوا۔ ان لوگوں کے اسلام قبول کرنے سے خزانہ کی آمدنی بہت گھٹ گئی ہے۔ جبتک یہ ختنہ نہ کرائیں ان کا اسلام قبول نہ کیا جائے۔

گورنر مذکور نے اس کو پسند کیا اور حکم نافذ کر دیا کہ جبتک کوئی نومسلم ختنہ نہ کرائے گا اُس کا اسلام قبول نہ ہوگا۔ اور پھر خلیفۂ وقت حضرت عمر بن عبد العزیز کو اطلاع دی وہ بہت خفا ہوئے اور یہ لکھا کہ اللہ تعالیٰ نے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بُلانے کے لئے بھیجا تھا ختنہ کرنے کیلئے نہیں بھیجا تھا۔ فوراً اس حکم کو منسوخ کر دیا۔ اور پھر اس گورنر کو معزول کر دیا۔

۱۰۲ھ میں افریقہ کے گورنر (یزید بن ابی مسلم) نے جب دیکھا کہ عام باشندگانِ افریقہ اسلام میں داخل ہوتے ہوئے دیہاتوں کو چھوڑ کر شہری آبادی میں داخل ہوتے جاتے ہیں جزیہ کی مقدار آمدنی کی حیثیت سے کم ہوتی جارہی ہے تو اُس نے حکم کر دیا کہ یہ تمام دیہاتی نومسلم اپنے اپنے دیہاتوں کو واپس کر دیئے جائیں اور جو مقدار جزیہ کی اُن پر پہلے سے تھی بحال رہے۔ اس حکم کی بنا پر لوگوں میں سخت اضطراب پیدا ہو گیا۔ لوگوں نے بغاوت کر کے گورنر کو قتل کر دیا۔ اور خلیفۂ وقت یزید بن عبد الملک کو مضمونِ ذیل کی عرضی لکھی:۔

"ہم نے آپ کی تابعداری سے روگردانی نہیں کی۔ چونکہ گورنر حال نے خدا اور اسلام کے ناراض کرنے والے مظالم کو جاری کیا تھا اس لئے ہم نے اُس کو قتل کر دیا اور پہلے (قدیم) گورنر معزول کو اُس کی جگہ قائم مقام کر دیا"

خلیفہ نے اُن کے عمل کو اُسی طرح باقی رکھا۔ اور یہ لکھ دیا کہ "میں گورنر سابق (مقتول) کے اُن اعمال سے جو کہ خلافِ خدا اور اسلام تھے راضی نہیں ہوں"

۱۱۰ھ میں خراسان کے گورنر اشرس نے سنٹرل ایشیا کے حصہ ماوراء النہر (جیحون کا شمالی حصہ) میں دعوتِ اسلام اور تبلیغ کے لئے علامہ صالح بن طریف اور علامہ ربیع بن عمران کو مقرر کیا۔ اُنہوں نے شرط لگائی کہ نومسلموں سے انکم ٹیکس (جزیہ) نہ لیا جاوے۔ کیونکہ یہی حکم شرعی تھا۔ گورنر مذکور نے اس کو قبول کر لیا۔ جب ان دونوں اماموں نے لوگوں کو اسلام کی تبلیغ پوری جدوجہد سے کرنی شروع کی تو قوموں کی قومیں اور قبیلوں کے قبیلے سمرقند اور اُس کے اطراف و جوانب میں مسلمان ہونے لگے۔ اسلام کا نہایت زور و شور سے شیوع ہوا یہاں تک کہ خزانہ کے واردات میں

بہت زیادہ کمی واقع ہونے لگی۔ سمرقند کے دفتر دار نے گورنر مذکور (اشرس) کو اطلاع دی کہ مسلمان بہت زیادہ ہوتے جاتے ہیں اس لئے خزانہ کی آمدنی بہت کم ہو گئی۔ گورنر مذکور نے لکھا کہ "لوگوں کا بہت زیادہ مسلمان ہونا اسلامی رغبت کی بنا پر نہیں ہے بلکہ فقط جزیہ کی وجہ سے ہے اس لئے تم جزیہ فقط ان لوگوں سے معاف کرو جن کی ختنہ ہوئی ہو، نماز پڑھتے ہوں، قرآن میں سے کم سے کم ایک سورت کے حافظ ہوں"۔

پھر اس کے بعد سمرقند کے حکام نے گورنر خراسان اشرس مذکور کو لکھا کہ نومسلموں نے مسجدیں بنائی ہیں اور وہ بکثرت پائے جا رہے ہیں ہم اُن کے ساتھ کیا معاملہ کریں۔ گورنر مذکور نے حکم دیا کہ جن سے پہلے جزیہ لیا جاتا تھا اب پھر لینے لگو۔ اس بنا پر باوجود مخالفت حکم شریعت نومسلموں سے پھر جزیہ وصول کیا جانے لگا۔ اس لئے نہایت زیادہ شور وشغب ہوا سات ہزار نومسلموں نے جزیہ دینے سے انکار کر دیا اور بغاوت شروع ہو گئی آخر کار اشرس معزول کیا گیا اور نصر بن سیار اُس کی جگہ مقرر ہوا اور جب حکم سابق منسوخ کیا گیا تب سکون پیدا ہوا۔ خلاصہ یہ کہ مبلغین اسلام کی انفرادی اور کبھی اجتماعی کوششوں کی روزافزوں ترقی سے اسلام سنٹرل ایشیا میں پھیلتا رہا۔ اسی عرصہ میں (شبق قراخاں) مع اپنی جماعت کے مسلمان ہوا۔ اور اُس نے بلاساغون، قراقورم، فاراب، اسبیجاب، طراز وغیرہ میں اسلامی حکومت کی بنا ڈالی۔ اس دولت کا نام خانیہ رکھا گیا۔ اور ان لوگوں کے مبلغین کی کوششوں سے بڑی دُور تک ترکستانی قبائل جوق جوق اسلام میں داخل ہوتے گئے۔ یہانتک کہ ۳۴۹ھ میں اورغوز قبیلہ کا ایک سردار سلجوق دو لاکھ ترکی خاندان لیکر مسلمان ہوا اور ترکستان کے وسط سے ہجرت کر کے بخارا کے علاقے جند میں آکر سکونت گزیں ہوا اور پھر آہستہ آہستہ ترقی کر کے اسی خاندان کے معزز افراد نے ایشیائی کوچک میں پہنچکر دولت سلجوقیہ کی بنیاد ڈالی جو کہ شروع ایام دولت عثمانیہ تک ان اطراف میں حکمراں رہی ۳۳۴ھ تک انتہائی ترکستان یعنی آخری حدود تک اسلام پہنچ گیا اور قبیلہ بلغار جو کہ آخری حدود کا رہنے والا تھا وہ بھی سب کا سب مسلمان ہو گیا۔

۳۵۴ھ میں قبیلہ تاتار میں سے بھی تقریباً یکبارگی دس ہزار خاندان مسلمان ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ وہ اقوام ترکیہ جن کی بہادری کا اب بھی روئے زمین پر ڈنکا ہے اور جن کی

برابر زمانہ قدیم میں کوئی بہادر نہیں شمار کی جاتی تھی محض اسلام کی حقانیت کی وجہ سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں کی مقدار میں برابر مسلمان ہوتی گئیں۔ جن کو کوئی تلوار اور کوئی قوت ڈرا نہیں سکتی تھی ۶۱۶ھ کے آخر میں فقط چنگیز خاں کی تاتاری قبائل ترکستان کے آخر میں باقی رہ گئی تھی جن سے ظالمانہ برتاؤ کرنے کی بنا پر محمد بن خوارزم شاہ نے عالم اسلامی پر وہ وہ مصائب کے پہاڑ ڈھوائے ہیں جنکی روئے زمین پر نظیر نہیں ہے۔ تواریخ کے اوراق ان مظالم سے سیاہ ہیں۔ یہی چھوٹی سی مقدار کا فرتاتاریوں کی بے انصافی اور تشدد کی بنا پر جب بگڑ گئی تو مسلمانوں کو نہایت تاریک اور سیاہ روز دیکھنا پڑا۔ مگر باوجود ہر طرح کی قوت اور ظلم و تعدی کے ہلاکو خاں کے بعد ساتویں صدی ہجری کے آواخر اور آٹھویں کی ابتدا میں اُس کی تمام قوم اور تمام اولاد اور فوجیں جو کہ حدود چین سے لیکر شام و عراق تک اور شمالی روس سے لیکر وسط ایران تک قابض تھیں جن کی قوت کا مقابلہ اُس زمانہ میں کوئی حکومت نہیں کر سکتی تھی اور جنہوں نے خلافت عباسیہ اور دوسری مسلمان حکومتوں کا کایا پلٹ دیا تھا۔ سب کے سب مسلمان علماء اور مبلغین کی مساعی اور اسلام کی حقانیت کی بنا پر مسلمان ہو گئے اور تمام وسط ایشیاء پھر صرف مسلمانوں کا ملک ہو گیا۔ یہاں کونسی لوہے کی تلوار تھی جس نے ان اقوام کو اسلام کا حلقہ بگوش بنایا تھا

معزز حضرات! جس طرح اسلام وسط ایشیاء وغیرہ میں اپنی حقانیت اور علماء و صلحا کی مساعی کی بنا پر پھیلا اسی طرح ہندوستان میں بھی اسی قسم کی مساعی اور اپنی سچائی کی بنا پر مقبول عام ہوا۔ ۳۹۵ھ میں سید اسمٰعیل لاہوری بخارا سے تشریف لائے آپ علوم ظاہری اور باطنی علم فقہ و تفسیر وغیرہ میں امام وقت تھے سب سے پہلے اسلامی واعظین میں سے آپ یہاں آئے ہیں آپکی مجلس وعظ میں ہزاروں آدمی آتے اور فیضیاب ہوتے تھے۔ آپکا بیان اسقدر مؤثر ہوتا تھا کہ ہر روز سیکڑوں آدمی مشرف باسلام ہوتے تھے۔ جب یہ پہلے پہل لاہور میں تشریف لائے ہیں اور پہلے جمعہ کو آپنے منبر پر بیان کیا ہے تو دو سو پچاس آدمی مشرف باسلام ہوئے دوسرے جمعہ کو پانچ سو پچاس آدمی مشرف باسلام ہوئے تیسرے جمعہ کو ایک ہزار کفار و مشرکین زمرۂ اہل توحید میں داخل ہوئے۔ اسی طرح آپکے ذریعہ سے نہایت کثرت سے لوگ داخل اسلام ہوتے رہے۔ آپکی وفات ۴۴۵ھ میں لاہور میں واقع ہوئی۔ (از کتاب تاریخ الاولیا جلد اول صہ ۳۲۳)

اسی طرح حضرت خواجہ معین الدین چشتی، حاجی ہود چشتی، شیخ علی راوتی وغیرہ قدس اللہ سرہم العزیز اور اُن کے خلفا کے ذریعہ سے لاکھوں بلکہ کروڑوں آدمی مشرف باسلام ہوئے۔ کتاب دعوت اسلام میں فقط حضرت خواجہ اجمیری قدس اللہ سرہ العزیز کے ذریعہ سے ۹ لاکھ مسلمان ہونے والوں کی تعداد ذکر کی گئی ہے۔ میں اگر ان اولیاء اللہ اور علماء کرام کے کارنامے جن کے ذریعہ سے ہندوستان میں اسلام پھیلا ہے ذکر کروں تو نہایت طویل ہو جائیگا۔ اسلئے بطور نمونہ مشتے از خروارے آپکے سامنے یہ مختصر بیان پیش کر کے عرض کرتا ہوں کہ اسلاف کرام کی اجتماعی اور انفرادی کوششوں اور جد و جہد کی بنا پر اور اسلام کی سچائی اور

حقانیت کی وجہ سے نہ صرف ایک دو ہزار دو ہزار یا لاکھ دو لاکھ بلکہ کروڑوں بندگان خدا نے مذہب جیسی پیاری چیز کو اور وہ بھی ملک ہند میں جو کہ قدیم سے مذہبی ملک ہے چھوڑ دیا اور اسلام کے حلقہ بگوش ہو گئے۔ حاشا وکلا کبھی کسی بادشاہ نے نہ تلوار سے کسی کو مسلمان کیا تھا اور نہ اسلام اسکی تعلیم کرتا ہے۔ ہاں بیشک اسلام کی حقانیت کی تلوار نے لوگوں کی گردنیں حق کے سامنے جھکا دیں تھیں۔ ایسٹ انڈیا کمپنی کے گورنروں اور برٹش حکام اور اوریوں نے اپنی حکومت کیلئے یہ پالیسی اختیار کی ہے کہ افتراپردازی سے ہندوستانی اقوام میں نفاق ڈالنے اور اسطرح اسلام سے بدظن کرنے کیلئے یہ نشر و اشاعت کی جاتی ہے کہ اسلام بزور لوگوں کو تبدیل مذہب پر مجبور کرتا ہے۔ اور تمام ملکوں میں عموماً اور ہندوستان میں خصوصاً اسی طرح لوگوں کو اس نے مسلمان بنایا ہے۔ کپتان الگزنڈر ہملٹن کے سفر نامہ کو ملاحظہ کیجئے وہ کس طرح مذہبی آزادی تمام ہندوستان اور خصوصاً سندھ اور سورت وغیرہ میں دکھلا رہا ہے اور ہندوؤں کی آزادی کی خصوصاً اور دوسرے مذاہب کی عموماً باوجود حکومت کے مسلمان ہونے کے زمانہ اورنگ زیب میں تعجب خیز الفاظ میں تعریف کر رہا ہے۔ ایک یہ زمانہ تھا کہ آپکے بزرگوں نے اسلام کو روئے زمین پر پھیلایا اور حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تقریباً صرف ۴ لاکھ مسلمان چھوڑ کر تشریف لیجاتے ہیں مگر اسلاف کرام کی کوششوں سے آج اسلام کے نام لیوا چالیس کروڑ سے زیادہ پائے جاتے ہیں۔ مگر ایک عرصہ سے اب ہوا کا رخ پلٹ گیا ہے وہ اسلام جو کہ سمندر کی ابلتی موجوں کی طرح روزافزوں ترقی کر رہا تھا اُسکی رفتار ایک عرصہ سے اسقدر دھیمی پڑ گئی گویا کہ وہ بحر الکاہل کا ایک حصہ ہے ملاحظہ کیجئے کہ اس آخری دور میں مسلمانوں کی مردم شماری کی ترقی حسب ذیل ہے۔ ۱۹۰۱ء ۶،۲۴،۵۸،۰۷۷ کروڑ ۱۹۱۱ء ۶،۶۶،۴۷،۲۹۹ کروڑ ۱۹۲۱ء ۶،۸۷،۳۵،۲۳۲ کروڑ

یعنی ۱۹۰۱ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان انھوں نے فیصدی ۶٫۷ کی ترقی کی جو کہ پہلے سالوں کی ترقی سے کم تھی اور ۱۹۱۱ء اور ۱۹۲۱ء کے درمیان میں صرف ۳٫۱ فی صدی کی نسبت سے ترقی کی۔ ہندوستانی دوسرے مذاہب کی ترقی سے اگر اسلام کی ترقی کا مقابلہ کیا جاتا ہے تو نہایت ہی افسوس ناک حالت معلوم ہوتی ہے۔ عیسائی مذہب کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں:

۱۹۱۸ء - ۱۵ لاکھ + ۱۹۰۱ء ۲۹٫ لاکھ + ۱۹۱۱ء - ۳۸ لاکھ + ۱۹۲۱ء - ۴۷،۴۵،۰۶۴ لاکھ

انہوں نے ۱۹۰۱ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان میں فی صدی ۳۲٫۶ ترقی کی اور ۱۹۱۱ء اور ۱۹۲۱ء کے درمیان میں ۲۲٫۷ کی ترقی کی جو کہ مسلمانوں کی ترقی کے مقابلہ میں ۱۹۱۱ء میں پانچ گنے سے زیادہ اور ۱۹۲۱ء میں سات گنے سے زیادہ ہے۔ پھر آریہ سماج کی ترقی کو اگر دیکھا جائے تو نہایت ہی تعجب خیز حالت پیدا ہوتی ہے۔ ملاحظہ ہو: ۱۹۰۱ء - ۹۲ ہزار ۱۹۱۱ء ۲،۴۳،۰۰۰ ۱۹۲۱ء ۴،۶۷،۵۷۸ لاکھ۔ یعنی ۱۹۰۱ء اور ۱۹۱۱ء کے درمیان انہوں نے فیصدی ۱۶۳٫۴ کی نسبت سے ترقی اور ۱۹۱۱ء

اور ۱۹۲۱ء کے درمیان میں فی صدی ۱ر۹۲ کی نسبت سے۔ اس کیفیت کے سامنے مسلمانوں کی ترقی کی کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتی ہے:

وہ مذہب اسلام جس کے تمام اصول نہایت ہی اعلیٰ درجہ کے اور روشن عقل اور طبع کے موافق ہیں وہ اس طرح پس ماندہ ہوا جاتا ہے اور وہ مذاہب جن کے اصول و عقائد انتہائی درجے کے لچر اور پوچ ہیں وہ اس طرح تیزی سے بڑھتے جارہے ہیں۔

قابلِ غور یہ امر ہے کہ آخر وہ بات کیا ہے جس کی وجہ سے مسلمان اُلٹے پیر لوٹتے جارہے ہیں مسلمانوں کی پست خیالی، کم ہمتی، غفلت، نیند، جہالت وغیرہ دیکھکر دوسرے مذاہب کو بھی ہمت ہوئی کہ مسلمانوں پر ہجوم کیا جائے اور ان کی منتشر بکریوں کو شکار کرلیا جائے۔ عیسائی مشنریوں نے ہندوستان اور بیرونِ ہندوستان میں مختلف قسم کے جال پھیلا دیئے۔ نہ صرف مصر، شام، فلسطین عراق وغیرہ میں ہی ان کی مشنریاں کام کررہی ہیں بلکہ ایران، ایشیائے کوچک وغیرہ ممالک اسلامیہ میں بھی بڑی کامیابی سے مسلمانوں کو فنا کررہی ہیں۔ ہندوستان میں جس کوشش سے ہندوستانیوں کو عیسائی بنایا جاتا ہے وہ ذیل کے نقشہ سے معلوم ہوجائے گا:۔

۱۹۲۳ء کی رپورٹ کے اعداد و شمار ملاحظہ ہوں۔

مسیحی مشنریاں	۱۶۷	تبلیغی مراکز	۲ر۲۴ ہزار
مبلغ	۲۱۸ر۷ ہزار	ٹریننگ کالج برائے تعلیم تبلیغ	۶۱
گرجاؤں کے پادری	۱۸٫۷۷۹ ہزار	مذہبی اخبارات مختلف زبانوں میں	۹۹
پریس	۴۲	سنڈے اسکول	۸۴۰
ہائی اسکول	۶۱۰	کالج ر	۵۰
زراعتی اسکول	۹۰۸	صنعتی اسکول	۱۷۰
تعداد طلبہ	۱۰۶۰٫۰۰۰ لاکھ	اساتذہ	۴۴٫۰۴۸ ہزار
ہسپتال	۴۰۸	ڈاکٹر اور نرسین	۵۹۸ر۱

۱۹۱۳ء میں تمام ہندوستان میں ۱۳۶ مشنریاں تھیں جن کی تفصیل حسب ذیل تھی:۔

امریکہ اور کنیڈا کی تبلیغی جماعتیں ۴۱ آسٹریلیا کی تبلیغی جماعتیں ۸

۱۳۸۶۶

لنکا کی تبلیغی جماعتیں	۳	براعظم کی تبلیغی جماعتیں	۱۲
ہندوستان " "	۷	بین الاقوامی " "	۹
بلدی	۱۲		
	۱۳۶		

مگر دس برس کے اندر ۱۹۲۳ء میں انکی تعداد میں ۱۳ مشنریوں کا اضافہ ہو جاتا ہے ۱۹۱۳ء میں ان مشنریوں کا سالانہ خرچ ۵۲ کروڑ روپیہ تھا۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اب وہ کس قدر خرچ کرتے ہونگی۔ انجیل کا ترجمہ ایک سو چار زبانوں میں کیا جا چکا ہے۔ ہندوستان میں ۱۹۲۶ء میں ۵۰۰۰۰ لاکھ انجیلیں فروخت اور تقسیم کی گئیں مگر ۱۹۲۷ء میں انکا عدد ۶۲ لاکھ کو پہنچ گیا۔ ان اعداد و شمار کو ملاحظہ فرمائیے کہ کس طرح عیسائیت زوردار طریقہ پر اپنا پنجہ گڑاتی ہوئی ہندوستانیوں کو ہندوستان میں عیسائیت کی طرف کھینچ رہی ہے صرف حیدرآباد میں ایک سال میں بیس ہزار آدمی عیسائی ہوئے ادھر تو عیسائیت اس زور و شور سے ترقی کرتی ہوئی اسلام اور ہندوستانی مذاہب کو نقصان پہنچا رہی ہے اُدھر آریہ دھرم اسلام کو مٹانے پر تلا ہوا ہے۔ اس زمانہ اخیر میں ہماری کمزوریوں اور غفلتوں کو دیکھکر جو کچھ اُس نے ناجائز کارروائیاں نہ صرف انفرادی طور پر بلکہ اجتماعی طریقہ پر بھی منظم طریقہ پر کی ہیں اور کر رہی ہیں وہ ظاہر و باہر ہے اُسکے بیان کرنیکی ضرورت نہیں، انگلشمین ۲۵ دسمبر ۱۹۲۶ء میں شائع کیا گیا تھا کہ شردھانند نے بیس لاکھ مسلمانوں کو مرتد کیا۔ اپریل ۱۹۲۷ء میں پٹنہ کی مہاسبھا کے اجلاس میں اعلان کیا گیا تھا کہ مہاسبھا کی کوششوں سے اب تک صوبہ بنگال میں پچاس ہزار مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔ (ہمدم ۲۸ مئی ۱۹۲۷ء)

اسطرح سے مختلف اشاعتیں ظہور میں آچکی ہیں اور اس قوم کی دن و رات کی سرگرمی بلاشک و بلاشبہ نہایت خطرناک ہے اسلیے نہایت ضروری ہے کہ مسلمان اپنے بھولے ہوئے سبق کو یاد کریں اور پوری جد و جہد کیساتھ اجتماعی قوت سے میدان تبلیغ و اصلاح میں اُتر آئیں اور امور ذیل کا پوری طرح اہتمام کریں (۱) جمعیت تبلیغ الاسلام صوبجات متحدہ شہر آگرہ کو پوری امداد کرنا، (۲) اُسکے شعبے مختلف مقامات میں مکمل طریقہ پر قائم کرنا، (۳) تعلیم مذہبی اور دنیوی کو نہایت زور سے فروغ دینا، (۴) ہر ہر گاؤں اور آبادی میں مبلغ سے دورہ کرانا، (۵) جملہ اسرافات شادی اور غمی ختنہ عقیقہ وغیرہ کو یکقلم بند کرنا، (۶) سودی قرضہ سے بالکل انقطاع کر دینا، (۷) تجارت اور دستکاری کو بڑے پیمانہ پر جاری کرنا اور اپنی قوم ہی سے خرید و فروخت کی کوشش کرنا کسی تجارت اور دستکاری کو ذلیل نہ سمجھنا، (۸) اخلاقی اور عملی حالت کو درست کرنا، اور نمونہ سلف صالحین بنکر اسلام کی عزت قائم کرنا، (۹) مقدمہ بازی کو حتی الوسع ترک کرنا، (۱۰) آپس کے اختلافات اور جھگڑوں کو مٹانا، (۱۱) فن سپہ گری کی مشق کرنا۔

میں نے آپ بزرگوں کی بہت سمع خراشی کی۔ اب میں آپ حضرات کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوا آپ سے جدا ہوتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ میری معروضات پر غور و فکر فرمائیں اور عملی کارروائیوں میں پُرزور حصہ لیں مرض اور مصیبت کو ضعیف نہ سمجھیں۔ خدا آپکی اور ہماری مدد فرمائے، ننگ اکابر حسین احمد غفرلہ ۱۰ جمادی الثانیہ ۱۳۴۶ھ

کثرت ازواج

اور

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان زہد و نفس کشی

از افادات مبارکہ جانشین شیخ الہند حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدظلہ شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند

مسئلہ تعدد ازواج حضرت سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت بہت سے ظاہر بینوں اور متعصب مخالفین اسلام کے خیالات بہت زیادہ سخت ہیں۔ ان لوگوں کے درشت کلمات اور بلا حقیقت شبہات سے بہت سے سادہ لوح مسلمان بھی پریشان ہو کر طرح طرح کے اوہام اور شکوک میں پڑ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم بطور اختصار کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں جس سے بخوبی عیاں ہو جائے گا کہ آنحضرت علیہ السلام نے کس طرح سخت سے سخت نفس کشی اس بارہ میں فرمائی اور اس امر میں وہ بھاری اور ثقیل زہد اختیار فرمایا جس کی نظیر مشکل ہے۔ پادریوں اور عیسائی تعلیم سے متاثر ہونے والوں نے اس اعتراض کو بہت زیادہ اُبھار چڑھاؤ کے ساتھ اہمیت دی ہے اور انہی کی تقلید میں آریہ حضرات بھی خامہ فرسائی کرتے رہتے ہیں۔ مگر ہم اس مختصر عرض میں بائیبل کے حصہ قدیم (عہد عتیق) کی طرف متوجہ کرانا مناسب نہیں سمجھتے ہیں اور نہ حضرت داؤد علیہ السلام کی ننانوے بیویوں اور حضرت سلیمان علیہ السلام کی ہزار محلسراؤں، حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آٹھ ہمدموں، حضرت یعقوب علیہ السلام وغیرہ انبیاء کی متعدد ازواج کا تذکرہ الزام کے طور پر کریں گے اور نہ اسی طرح ہم سری کرشن جی مہاراج کی تیرہ یا راجہ جراسندھ کی دو سو سے زیادہ چھڑائی ہوئی عورتوں سے ہمبستری کا یا متعدد گوپیوں سے تعشق اور تعلق کا حوالہ دیں گے (جس کا اُن کے ہم مذہب مورخین نے تذکرہ کیا ہے)، ہم ہر مذہب کی مقدس ہستیوں کو احترام کی نظر سے دیکھنا اسلامی تعلیم کی حیثیت سے ضروری سمجھتے ہیں۔ ہمارا عقیدہ انبیاء علیہم السلام کی نسبت

نہایت مقدس ہے۔ اس لئے ہم ان روایات کو نہ اہمیت دیتے ہیں اور نہ قطعی طور پر جھوٹی سمجھتے ہیں۔ ان مقدس پیشواؤں کی اگر یہ حالت واقعی ہے تو ان کے منصب عالی کے خلاف بھی نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ ہماری نظر میں ایسی مقدس ہستیوں کا کیریکٹر اور ہی ہے۔

ہم اس جگہ محض تحقیقی طور پر کچھ واقعی بات عرض کرنا چاہتے ہیں۔ اعتراض کرنیوالے حضرات تاریخ سے یا تو بالکل واقف ہی نہیں ہیں یا شوقِ اعتراض نے ان کو واقعیت پر نظر ڈالنے سے روک دیا ہے۔

سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا دور شباب اور بے نظیر عفت

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابتدائی عمر سے پچیس برس کی عمر تک کسی عورت یا لڑکی سے کسی قسم کا تعلق پیدا نہیں کیا جس کی تمام موافق اور مخالف تاریخیں شہادت دیتی ہیں۔ عشق و الفت کے جوش کا زمانہ جوانی کی امنگوں اور باہی قوت کی ترقی کی عمر یہی ابتدائی عمر کے سال ہیں۔ انہی ایام میں قوت باہ کی پُر زور تاثیر آدمی کو اندھا بنا دیتی ہے اور نہ صرف تقویٰ شکن بلکہ حیا اور عزت کو برباد کر دینے والی شہوت کا بھوت انسان پر سوار ہو جاتا ہے یہی عمر کا وہ زمانہ ہے جس میں جوانی کا جوبن اور شباب کا جنون مردوں اور عورتوں کو ہر مخل ناموس اور مہلک تقدس خواہش پر آمادہ کر دیتا ہے حرارت غریزی کا بڑھتا ہوا جوش اور قوت جسمانی کا روزانہ ترقی کرنے والا اثر اخلاقی اور انسانی حدود کو بھلا دیتا ہے۔ خصوصاً پندرہ سال کی عمر سے پچیس برس کی عمر تک کا زمانہ تو نہایت ہی نازک زمانہ ہے۔ پھر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے خاندانی شرف اور بلندی کو خیال میں لایا جائے اور آپ کے بے نظیر جسمانی تناسب اعضا، اور خوبصورتی اور بے مثل حسن و جمال پر غور کیا جائے لڑکیوں اور عورتوں میں پردہ نشینی مروج نہ ہونے کا تصور بھی رکھا جائے تو اُس زمانہ کی بھیانک تصویر اور بھی آنحضرت علیہ السلام کی عفت اور انتہائی نفس کشی کا نقشہ کھینچتی ہے طبعی طور پر نوجوان عورتوں کی آنکھیں ان صفات سے موصوف اشخاص کو ڈھونڈتی پھرتی ہیں اور اگر کوئی نوجوان پرہیزگاری اور شرم کو کام میں لانا چاہے تو یہ تقویٰ شکن عورتیں شیشۂ عفت کو پاش پاش کر دیتی ہیں۔ اُن کی جادوگر آنکھیں اپنی قوت تاثیر سے نوجوان آدمی کو اپنی زلف مسلسل کا قیدی بنا لیتی ہیں۔ شہوت پرست اشخاص اسی زمانہ میں ہر قسم کے ناکردنی اعمال کر گذرتے ہیں۔ پھر عرب کی اُس زمانہ کی آزادی حسن و عشق کی داستانیں

وصال و ہجر کی حکایتیں، تعشق و تسبب کی سرگرمیاں، عورتوں سے ناجائز تعلقات پر مفاخر عرب کے قصائد اور اُن کے تغزلات اور تشبیبات سے مثل آفتاب ظاہر و باہر ہے۔ سبعہ معلقہ کے قصائد اور دیگر قصائد ملاحظہ ہوں۔ ایسی حالت اور ایسی زمین میں عفت اور عصمت کا محفوظ رکھنا کس قدر مشکل ہے۔ ہر سمجھ دار خود اندازہ کر سکتا ہے۔ جس سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن کس قدر شفاف نظر آتی ہے۔

آپ کا پہلا نکاح اور وہ بھی بیوہ سے پچیس برس کی عمر ہونے پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے شادی کی وہ بھی ایک ایسی بیوہ عورت سے جس کی عمر اور جوانی کا بہت بڑا حصہ گذر چکا تھا۔ جوبن اور جوانی کا فریفتہ کرنیوالا حسن و جمال، ناز و انداز، شوخی و نزاکت سب زائل ہو چکے تھے۔ اُس نے اس سے پہلے دو خاوندوں ابو ہالہ اور عتیق بن عایذ اللہ کے نکاح میں رہ کر اپنی زندگانی کے رجھانے والے حصہ کو صرف کر دیا تھا۔ یہ دونوں خاوند یکے بعد دیگرے اُس کی عصمت کے مالک ہوئے تھے۔ اور دونوں سے بچے بھی پیدا ہو چکے تھے۔ اور چونکہ دونوں خاوندوں کی وفات ہو چکی تھی۔ اس لئے وہ کچھ عرصہ سے بیوگی کی زندگی گذار رہی تھی۔ وہ اگرچہ عقل و تدبر میں اُس سر زمین میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی۔ شرافت نسبی اور عالی خاندانی میں اعلیٰ درجہ اُس کو حاصل تھا۔ مال اور سرمایۂ تجارت میں مشہور و معروف تھی مگر بایں ہمہ شہوت پرستی کے سامان عموماً اسمیں مفقود تھے۔ اُس کی عالی نسبی اور شرافت انتہائی عقل اور سمجھ اخلاق کاملہ اور اعمال فاضلہ، مال و دولت وغیرہ کی وجہ سے قریش کے بڑے بڑے سردار اُس کو اپنے نکاح میں لانیکی مدتوں سے کوشش کر رہے تھے جس میں اُن کو ناکامی اور نامرادی کا منہ دیکھنا پڑ رہا تھا۔ اس تجربہ کار اور عقلمند مقدس بی بی کو جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے پاکیزہ اخلاق اور بے لوث زندگی نہایت صاف اور ستھرے معاملات نے اس قدر گرویدہ بنا لیا کہ اُس نے خود خواہش کی کہ آپ مجھ سے نکاح کر لیجئے۔ اُس کو اپنے غلام کی زبانی اور اہل مکہ معظمہ کی متواتر روایات اُس کی نہایت تیز عقل اور سمجھ نے یہ بتلا دیا تھا کہ ہو نہ ہو یہ ہونہار بروا ہے۔ جس کے چکنے چکنے پات ظاہر ہو رہے ہیں۔ باوجودیکہ بڑے بڑے مالدار اور بڑے بڑے سردار اوس کے عشق میں سرگرداں تھے مگر آنحضرت علیہ السلام کی مقدس حالتوں نے اُس کو اس قدر گرویدہ بنا لیا کہ اُس نے کہلا بھیجا کہ آپ اپنے چچا کے ذریعہ سے میرے والد

کے پاس میری منگنی کا پیام کہلا بھیجئے۔ میں خود کوشش اندر سے کروں گی جس کی بنا پر میرے والد ماجد کسی طرح پیام نکاح کو رد نہ کریں گے۔ اُس کے والد ماجد قریش کے بہت بڑے سردار اور نخوت والے بڑی ناک کے آدمی تھے۔ جب اُنہوں نے سُنا تو کہنے لگے ذالک فحل لا یقرع (یہ وہ نر ہے جس کو نکالا نہیں جاسکتا)۔ اور نہایت سادگی سے نکاح ہو گیا۔ اس مقدس اور خوش بخت عورت حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا نے نکاح ہوتے ہی اپنا تمام مال اور دھن، غلام، باندی وغیرہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دیا اور یہ کہا کہ یہ سب چیزیں میں آپکی نذر کرتی ہوں۔ جس طرح آپ کی خواہش ہو آپ ان چیزوں میں تصرف فرمائیں۔ ان سے جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے تین لڑکیاں اور دو یا تین لڑکے پیدا ہوئے۔ اپنے اخیر وقت تک یہ آپ کے نکاح میں رہیں اور نہایت خوش اخلاقی، عالی ظرفی، تابعداری کے ساتھ فدائی طریقہ پر پچیس برس تک تن تنہا آپ کے نکاح میں رہ کر جب آپ کی عمر پچاس سال کی ہوگئی تو خود پینسٹھ برس کی عمر پوری کرکے انتقال کیا؛

حالات مذکورہ کے نتائج

غور کرنے کی بات ہے کہ شہوت پرستی کا کوئی شائبہ بھی یہاں موجود نہیں؛

(۱) پچیس برس تک نہایت عفت کے ساتھ مجرد رہنا؛

(۲) بیوہ عورت سے نکاح کرنا؛

(۳) چالیس برس کی عورت سے نکاح کرنا۔ شہوت پرست تو خود کتنے ہی عمر کو پہنچ جائیں نوجوان لڑکیاں چودہ پندرہ برس کی ڈھونڈتے ہیں۔ خود تو اسّی اسّی اور نوّے نوّے برس کے ہوجاتے ہیں مگر خواہش اور سعی یہی رہتی ہے کہ کوئی نوجوان دوشیزہ لڑکی ملے؛

(۴) اُس عورت کو نکاح میں لانا جس کی چند اولاد موجود ہوں۔ ہر ایک شخص کو معلوم ہے کہ شہوت پرستوں کے مقاصد ایسی صورت میں نہ صرف مفقود ہوتے بلکہ اُن کو ایسی عورتوں سے نفرت بھی ہوتی ہے؛

(۵) ایسی عورت کو پسند کرنا جس کے دو خاوند یکے بعد دیگرے اس سے پہلے مرچکے ہوں شہوت پرست ایسی عورت کو مشؤم اور منحوس بھی سمجھتے ہیں؛

(۶) اتنی عمر گذر جانے پر بھی خود خواہش نکاح نہ کرنا بلکہ عورت کی طلب پر اس کے لئے تیار ہونا

(۷) اپنی قوت کے عمدہ زمانہ یعنی پچیس برس سے پچاس برس تک کی عمر کو اسی ایک عورت

کے ساتھ نہایت عفت وعصمت کے ساتھ گذار دینا؛

(۸) اس عمر میں نہ کسی دوسری عورت سے ناجائز تعلقات رکھنا اور نہ جائز۔

یہ وہ امور ہیں جن سے رسول اللہ علیہ وسلم کی نہایت زیادہ نفس کشی اور زہادت معلوم ہوتی ہے۔ اسی سے اس امر پر بھی پوری روشنی پڑتی ہے کہ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا اگرچہ مالدار عورت تھیں مگر خود جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو اولاً اُن سے نکاح کرنے کی رغبت اور خواہش پیدا نہیں ہوئی اور نہ اُن کا مال اور سرمایہ آپ کو اُن کی طرف جاذب ہوا۔ تاریخی واقعات نہایت صفائی سے اس امر پر روشنی ڈال رہے ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ کے کمالات اور اخلاق دیکھکر گرویدہ ہوگئیں اور خود ہی نکاح کی خواہش کی اور بغیر کسی قسم کے ناجائز تعلقات اور کارروائیوں کے بالکل مشروع اور معتبر طریقہ پر باقاعدہ نکاح ہوا۔ اور پھر انہوں نے جو اپنا مال اور سرمایہ خدمت اقدس میں پیش کیا۔ وہ بھی بلا طلب اور بغیر خواہش نبوی (علیہ السلام) تھا۔ جس سے خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کو سعادت دارین حاصل ہوئی۔ وہ آخر دم تک آپ کی نہایت مطیع اور فرمان بردار شکر گذار رہیں اور سب سے پہلے اسلام لائیں۔ اس لئے اس امر میں دنیا طلبی کا متعصبانہ الزام لگانا بالکل بے سروپا بہتان ہے۔ جس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگانی کی کیفیتیں۔ اور آپ کا مال وزر کا آخر دم تک لُٹاتے رہنا۔ ایک پیسہ بھی جمع نہ کرنا بلکہ باوجود تمام ملک عرب کے محکوم اور مملوک ہونے کے غلہ کی قرضداری کی حالت میں وفات کرنا ایک بین دلیل اس امر کی ہے کہ آپ کو کبھی بھی دنیا طلبی نے اپنے پھندوں میں نہیں پھنسایا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قولی اور عملی حالتیں آفتاب سے زیادہ تر تیز اور صاف روشنی ڈال رہی ہیں کہ اس مقدس اور معصوم ہستی کے دل میں دنیا کی مچھر کے پر کے برابر بھی ہستی نہ تھی۔ بلکہ اُلٹی اُس سے سخت نفرت تھی؛

دوسرا نکاح وہ بھی بیوہ سے

حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی وفات کے بعد آنحضرت علیہ السلام نے حضرت سودہ رضی اللہ عنہا سے نکاح کیا۔ وہ بھی بیوہ تھیں اور شہوت پرستی اور اس عمر سے کیا تعلق۔

ایک شبہ کا ازالہ

شاید بعض سادہ لوحوں کو یہ خیال ہو کہ یہ تقلیل ازواج اور ایک عورت پر اکتفا کرنے کی نوبت محض افلاس اور فقر مالی کی وجہ سے تھی۔ یا اس بنا پر کہ لوگ لڑکیاں نہیں دیتے تھے مگر یہ خیال بالکل غلط ہے۔ نبوت کے بعد

مکہ معظمہ میں رؤسا قریش نے نہایت زور سے آپ کو اپنی عمدہ سے عمدہ لڑکیاں پیش کیں اور کہا کہ اگر آپ کا مطلب پادشاہت ہے تو ہم آپ کو بادشاہ بنانے اور تسلیم کرنے کے لئے تیار ہیں۔ اور اگر خزانہ مطلوب ہے تو جس قدر چاہو ہم خزانہ دینے کے لئے تیار رہیں۔ اور اگر لڑکیاں مطلوب ہیں تو جس لڑکی کو پسند کرو اور جس قدر چاہو ہم نکاح کر دینے کے لئے تیار رہیں۔ بشرطیکہ تم نئے دین کی بنیاد نہ ڈالو اور ہمارے بتوں سے نفرت نہ دلاؤ۔

جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی عالی نسبی اور نہایت بلند اخلاق نے نبوت سے پہلے تمام اہل مکہ کو اپنا گرویدہ بنا رکھا تھا۔ کسی کو آپ سے شکایت تو درکنار قلب میں ذرا کدورت نہ تھی۔ بلکہ ہر ایک نہایت محبت کرتا تھا۔ پھر تجارت وغیرہ کے طریقوں میں آپ کو اس قدر سلیقہ تھا کہ قبل از نکاح حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے مال میں جبکہ بطور شرکت عمل (مضاربت) آپ شام کو مال لے کر گئے تھے تو اس قدر نفع ہوا تھا کہ کبھی پہلے ایسا واقعہ نہیں گذرا تھا۔ لوگوں سے قرابتوں کا جال اس قدر پھیلا ہوا تھا کہ قریش کے خاندانوں میں سے کوئی خاندان ایسا نہ تھا جس سے آپ کی رشتہ داری نہ ہو۔ اگر آپ قبل نبوت یا بعد نبوت ڈوچار یا کم و بیش نکاح کی خواہاں ہوتے تو کسی طرح بھی مشکل پیش نہ آتی اور یہی وجہ تھی کہ ابو سفیان بن حرب کو جب یہ خبر پہنچی کہ اُن کی بیٹی اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے شادی کر لی ہے تو باوجود سخت عداوت اور پرخاش کے ذرا بھی نکاح کے امر میں گفتگو نہ کی بلکہ اہلیت اور استحقاق کا اقرار کرتے ہوئے تعریفی کلمات کہے۔

خود حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا جو کہ آپ پر پروانہ وار فدا تھیں اور اپنا تمام سرمایہ آپ کی نذر کر چکی تھیں اگر آپ کی خواہش ہوتی تو نکاح کی صورتیں بہم پہنچاتیں۔ چنانچہ جب آپ نے اُن سے فرمایا کہ میری تمہارے سوا جنت میں اور بھی بیویاں فلاں فلاں ہوں گی تو اُن کو ذرا بھی گراں نہیں گذرا۔ بلکہ صاف الفاظ میں بشاشت کے ساتھ جواب دیا کہ اس میں کیا ہے بادشاہوں کے سیکڑوں بیویاں ہوا ہی کرتی ہیں۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کی عقلمندی اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہمدردی آپ کی رضا جوئی خدمت وغیرہ کے تفصیلی احوال کا اگر تتبع کیا جائے تو اس میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا کہ اگر وہ ادنیٰ درجہ کا بھی اشارہ پاتیں تو ضرور بالضرور خود چند نکاح کروا دیتیں اور اپنے تمام مال سے اُن بیویوں کی خدمت انجام دیتیں۔

تعدد ازواج کا دور اور خطرات شہوت پرستی کا قلع قمع

مذکورۂ بالا امر یعنی پچیس سالگی کے ساتھ جبکہ امور ذیل کو بھی زیر نظر رکھا جائے تو خطرۂ شہوت پرستی کا بالکل ہی قلع قمع ہو جاتا ہے۔ بلکہ محال کے درجہ میں معلوم ہونے لگتی ہے

(۱) جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم اِن ایام میں (یعنی جن ایام سے تعدد ازواج کا سلسلہ شروع ہوتا ہے) دشمنوں کے حملوں اور جنگجوئی کی کارروائیوں کے ساتھ گھرے ہوئے تھے اس تھوڑی سی مدت میں جس کا اندازہ تقریباً نو برس ہے آپ کو تقریباً ساٹھ یا اس سے زائد لڑائیاں دشمنوں سے لڑنی پڑیں جن میں سے تقریباً اٹھائیس میں آپ خود بھی شریک رہے ہیں۔ تواریخ کے صفحات اور سیر کے اوراق بتلا رہے ہیں کہ یہ سب لڑائیاں مدافعانہ تھیں اور دشمنوں ہی کی طرف سے ابتدائی کارروائیاں آپ کو فوج کشی پر مجبور کر رہی تھیں دشمنوں کی انتہائی کوشش یہی تھی کہ دنیا سے اسلام اور اسلام کے نام لیواؤں کو معدوم کر دیا جائے۔ خود مدینہ منورہ میں ایک بہت بڑی جماعت مخالفین کی موجود تھی۔ جن کو منافقین کے نام سے ذکر کیا جاتا ہے یہ لوگ غزوۂ بدر تک علانیہ طور پر دشمنی کرتے رہے اور بعد غزوۂ بدر جبکہ اسلامی شوکت اور قوت کی روز افزوں حالت ظاہر ہونے لگی تو بظاہر مسلمان ہو گئے مگر اندرونی طریقہ پر ہمیشہ اسلام اور مسلمانوں کی بیخ کنی کرتے رہے۔ مدینہ منورہ اور اُس کے گرد و نواح میں یہودیوں کے مختلف قبائل نہایت سخت دشمنی کرتے رہے۔ بیرون مدینہ منورہ قریش بالخصوص اور تمام قبائل عرب ہر قسم کی کوششیں اسلام کے روشن چراغ کے بجھانے میں صرف کرتے رہے۔ مدینہ منورہ پر بارہا دھاوا کیا بارہا جبکہ دشمنوں کے دھاوا کرنے اور سامان جنگ کے جمع کرنے کی خبریں آئیں تو خود آنحضرت علیہ السلام نے اُن پر فوج کشی کی۔ بارہا قوموں اور قبائل نے مسلمانوں کو نقصانات جانی اور مالی پہنچائے۔ تبلیغ کے راستہ میں سختی کے ساتھ مانع ہوئے جن کی تفصیلیں جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کے مغازی اور سرایا میں مذکور ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں تھا کہ فوجیں پہلے سے جمع تھیں۔ خزانے بھرے ہوئے تھے۔ ہتھیاروں کا ذخیرہ موجود تھا۔ رسد کا سامان مہیا تھا بلکہ ان سب چیزوں کو ہمیشہ تیار کرنا پڑتا تھا۔ غرضکہ کوئی وقت چین کا ظاہری قاعدہ سے نہیں مل سکتا تھا۔

(۲) جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پر سخاوت اس قدر غالب تھی کہ کبھی کسی سوال کرنے والے کو واپس نہیں کیا۔ جو کچھ آتا تھا تقسیم فرما دیتے تھے۔ گھر بار مال و متاع کے چھوڑ دینے اور ہجرت کرنے کی وجہ سے عام طور پر مہاجر مسلمان نہایت تنگی اور فقر میں مبتلا تھے روزانہ جنگ وجدال اور اُس کی تیاریوں کی بنا پر خود انصار اہل مدینہ اپنے باغوں اور کھیتوں کی کما حقہ خبر گیری نہیں کر سکتے تھے۔ اور نہ اسباب معیشت کو مہیا کرنے کی مہلت ملتی تھی۔ ہر قبیلہ اور ہر آبادی کے مخالفین اسلام مسلمان ہونے والے افراد کے مال و جائدا دپر قبضہ کر لیتے تھے۔ اور ہر قسم کی عداوات کی داد دیتے تھے۔ ان وجوہ کی بنا پر آنحضرت علیہ السلام لوگوں کی خبر گیری اور اُن پر مال لٹا دینا ضروری سمجھتے تھے اور جو کچھ کہیں سے بھی آتا تھا ارباب حاجت کو فوراً دیدیتے تھے۔ اسی وجہ سے آپ پر تنگدستی اور ظاہری فقر وفاقہ کی اس قدر شدت تھی کہ تمام ایام زندگانی میں جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہیں کھائی۔ اکثر فاقوں پر گذران ہوتی تھی۔ دو سالن کبھی آپ کے دسترخوان پر جمع نہیں ہوئے۔ گیہوں کی روٹی شاذونادر آپ کے دسترخوان پر آیا کی۔ تین تین چاند گذر جاتے تھے کہ آپ کے یہاں کھانا پکانے کے لئے نہ آگ جلتی تھی اور نہ دھواں اُٹھتا تھا۔ فقط پانی اور چند دانے کھجوروں پر کفایت کی جاتی تھی۔ فاقہ کی تکلیفوں کی بنا پر بسا اوقات آپ کو ایک ایک دو دو پتھر پیٹ پر باندھنے کی نوبت آئی۔ مقوی دواؤں اور اعلیٰ درجہ کی غذاؤں کا ملنا تو درکنار (جن کی شہوت پرستوں کو ضرورت ہوتی ہے) معمولی درجے کی غذا بھی پیٹ بھر کر نہیں ملتی تھی اور نہ ہمیشہ آدھے پیٹ ہی ملتی تھی؎

(۳) جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو بارگاہ الوہیت سے اس قدر تعلق اور محبت اور اتنا خوف اور ڈر غالب تھا کہ کوئی وقت خدا کے ذکر سے خالی نہ گذرتا تھا۔ ہر روز کم سے کم پچاس رکعت نماز اور ہر سال میں کم سے کم چھ مہینے روزہ ہمیشہ آپ کا معمول رہا اور بسا اوقات آپ فکر آخرت۔ رعب خداوندی، فکر امت وغیرہ کی وجہ سے غمگین اور متفکر رہا کرتے تھے۔ آسمان کی طرف بہت کم دیکھتے تھے۔ اکثر نظر آپ کی زمین کی طرف رہتی تھی۔ ہنستے بہت کم تھے۔ اکثر ہنسی آپ کی تبسم کی صورت میں ہوتی تھی؎

(باقی آئندہ)

لطائف الحدیث

دُرُودشریف

ازافادات مبارکہ استاذالعرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب شیخ الحدیث دارالعلوم دیوبند

"حضرت شیخ الحدیث دام فضلہم کی علمی نکات ولطائف (جنکو آپ درس حدیث میں طلبائے علوم نبویہ کے سامنے بیان فرماتے ہیں) ایک گرانمایہ نعمت سے کم نہیں۔ حضرت مولانا کی ان علمی فیوض وبرکات کو ناظرین رسالہ اور دیوبند سے باہر رہنے والے طلباء تک پہنچانے کے لئے ترمذی شریف کی مندرجہ ذیل حدیث کے متعلق۔ حضرت مولانا کی مبسوط ومفصل تقریر کا اختصار وخلاصہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہوں۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی اس مبارک سلسلے کو جاری رکھنے کا خیال ہے:

حق تعالیٰ خدام بارگاہ حسینی کو آپ کے ارشادات عالیہ کی نشر واشاعت اور اس سے مستفیض ہونے کی توفیق ارزانی فرمائے۔" آمین

نسیم احمد فریدی امروہوی دارالعلوم دیوبند

عن کعب ابن عجرۃ قال قلنا یا رسول اللہ ھذا السلام علیک قد علمنا فکیف الصلوٰۃ علیک قال قولوا اللّٰھم صلِّ علیٰ محمّدٍ وّعلیٰ اٰل محمّدٍ کما صلّیت علیٰ ابراھیم انّک حمیدٌ مّجیدٌ۔ وبارک علیٰ محمدٍ وعلیٰ اٰل محمدٍ کما بارکت علیٰ ابراھیم انّک حمیدٌ مّجیدٌ۔

کعب بن عجرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ پر سلام بھیجنا تو جان گئے (التحیات سے واقف ہو گئے) یہ فرمائیے کہ آپ پر درود بھیجنے کا کیا طریقہ ہے (کیونکہ قرآن شریف میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر سلام وصلوٰۃ دونوں بھیجنے کا حکم ہے) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللّٰھمّ صلِّ علیٰ محمدٍ وّعلیٰ اٰل محمدٍ الخ پڑھو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے متعلق اس پر سب کا اتفاق ہے کہ تمام عمر میں ایک دفعہ درود بھیجنا فرض ہے۔ اگر تمام عمر میں ایک دفعہ بھی کسی شخص نے درود نہ بھیجا تو معذب ہوگا۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ہر نماز میں تشہد کے بعد درود پڑھنا فرض ہے۔ قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ اس قول میں امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ منفرد (تنہا) ہیں کسی امام نے ہر نماز میں درود شریف کو فرض قرار نہیں دیا۔ قاضی عیاض کی اس بات پر امام نووی رحمۃ اللہ علیہ (جو کہ شافعی المذہب ہیں) کو غصہ بھی آیا ہے:

جس مجلس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسم مبارک سننے پر درود بھیجنا واجب ہے۔ اب آگے اس میں اختلاف ہے کہ ہر دفعہ درود بھیجنا واجب ہے یا ایک مرتبہ اس مجلس میں پڑھ لینا کافی ہے۔ بعض ہر دفعہ اسم مبارک صلی اللہ علیہ وسلم سننے پر درود بھیجنے کو واجب قرار دیتے ہیں۔ اور بعض ایک دفعہ ہی

۳۴

درود بھیجنا واجب قرار دیتے ہیں؛

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اُس شخص کو بخیل قرار دیتے ہیں جو اسم مبارک سُننے کے بعد درود نہ بھیجے؛

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک دفعہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اُس پر دس دفعہ رحمت نازل فرماتا ہے۔ جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ من صلے علیّ صلی اللہ علیہ عشراً۔

بعض صورتوں میں درود شریف بھیجنا مستحب ہے؛

بعض صورتوں میں درود شریف پڑھنا حرام ہے۔ مثلاً ایک کپڑا بیچنے والا اپنے کپڑے کے استحسان کے لئے درود پڑھے۔ مقصد یہ ہو کہ کپڑا اچھا ثابت ہو جائے اور خریدار کو اس کپڑے کی طرف رغبت ہو جائے۔ اُس کو کپڑے کی خوبصورتی اور اچھائی بیان کرنی چاہئے تھی۔ جب اس موقع پر درود پڑھا تو یقیناً اُس کی غرض رحمت الٰہی کا آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) پر نازل کرانا نہیں ہے۔ البتہ اگر کوئی شخص مقدمہ فتح ہونے کے لئے یا بیماری دور ہونے یا کسی دوسری حاجت دنیاوی کے پورا کرنے کے لئے درود شریف پڑھے تو مباح ہے؛

نماز میں جمہور کے نزدیک التحیات کے بعد درود شریف پڑھنا سنت مؤکدہ ہے۔ خطبہ کے وقت درود شریف پڑھنا مکروہ تحریمہ ہے۔ کسی نجس یا بدبودار مکان میں بلا عذر درود شریف پڑھنا بھی مکروہ قرار دیا گیا ہے؛ ۴

خداوند کریم نے ایک جماعت ملائکہ ایسی مقرر فرما دی ہے جس کا کام یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو درود شریف پہنچاویں جس طرح ڈاکیہ خطوط پہنچاتا ہے؛

آل محمد سے کون لوگ مراد ہیں؟ | اس میں چھ قول ہیں۔ کل من یتعلق من شخص (متعلقین) کو آل کہتے ہیں اس لئے ازواج مطہرات اور بنی فاطمہ کی اولاد یا ازواج مطہرات اور مومنین بنی ہاشم کی اولاد یعنی جن لوگوں پر بنی ہاشم میں زکوٰۃ حرام ہے وہ لوگ آل محمد ہیں۔ یہ دو قول ہوئے؛

(۳) امام شافعی رح کے نزدیک تمام بنی ہاشم اور بنی مطلب آل محمد ہیں؛

(۴) جمہور کا قول ہے کہ اُمت محمدیہ (صلی اللہ علیہ وسلم) میں جو شخص بھی پرہیزگار ہے وہ آل محمد ہے؛

(۵) امام مالک رح فرماتے ہیں کہ تمام امت محمدیہ وامت اجابت آل محمد ہے؛

(۶) صوفیا میں سے شیخ اکبر فرماتے ہیں کہ آل محمد وہ لوگ ہیں جنہوں نے سلوک کا وہ مقام حاصل کیا جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شرف مکالمہ حاصل ہو؛

کما صلیت علی ابراہیم | بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ (العیاذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رُتبہ بمقابلہ حضرت ابراہیم کم ہے۔ اور حضرت ابراہیم پر جو رحمت بھیجی گئی ہے وہ کامل ہے۔ اس سے افضلیت ابراہیم ع لازم آتی ہے۔ حالانکہ ہمارے

پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیا ہونے کی نصوص موجود ہیں؛

اس مسئلے میں اختلاف ہوا ہے۔ بعض حضرات نے فرمایا کہ یہ درود اُس وقت تعلیم فرمایا تھا جبکہ آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اپنی افضلیت اور اشرفیت کا علم نہیں تھا۔ اس پر اعتراض ہوا کہ معلوم ہو جانے کے بعد آپ نے اس کو کیوں منسوخ نہیں فرمایا؟

اس کا جواب ایک تو یہ دیا گیا ہے کہ آپؐ نے اس وجہ سے اس درود کو جاری و قائم رکھا کہ لوگوں کو یہی درود یاد ہو گیا تھا اور زبانوں پر جاری ہو گیا تھا۔ یہ جواب کچھ زیادہ اچھا نہیں ہے۔ دوسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ آپؐ نے ہضمًا للنفس (انکسار نفس کی طور پر) ایسا فرمایا ہے۔ آپؐ پر تواضع کا غلبہ تھا اور اسی کی تعلیم بھی دی ہے۔ جیسا کہ احادیث سے ثابت ہوتا ہے۔ البتہ کبھی کبھی اپنا اصل مرتبہ بھی ظاہر فرما دیتے تھے؛

تیسرا جواب یہ دیا گیا ہے کہ کما میں کاف تشبیہ کا ہے ہی نہیں بلکہ کاف تعلیل کا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا خادم خداوند کریم سے دعا کرتا ہے کہ اے خداوند کریم تو نے چونکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام پر رحمت بھیجی ہے اس لئے میرے آقا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی رحمت نازل فرما؛

چوتھا جواب یہ ہے کہ یہ تشبیہ آل محمد کے صلوٰۃ کی ہے۔ نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صلوٰۃ کی۔ یہ امام شافعی رح کا جواب ہے؛ ۵

پانچواں جواب یہ ہے کہ تشبیہ مجموعے کی مجموعے کے ساتھ ہے یعنی جو مجموعہ آپؐ سے اور آپؐ کی آل سے بنا ہے اُسکو تشبیہ دی جاتی ہے اُس مجموعے سے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کی آل سے بنتا ہے۔ جس میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی شامل ہیں۔ چونکہ حضرت ابراہیم کی آل میں کثرت سے پیغمبر ہوئے ہیں اس لئے یہ مجموعہ یقینًا افضل ہے۔ البتہ شخصی طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی یقینی طور پر افضل ہیں؛

چھٹا جواب یہ ہے کہ اغراض تشبیہ متعدد ہوتے ہیں اُن میں سے ایک بیان حال مشبہ بھی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اس جگہ تشبیہ بیان حال میں ہے۔ فقط شہرت کی وجہ سے تشبیہ ہے۔ اس سے مشبہ (جس کو تشبیہ دی گئی) کا ناقص ہونا لازم نہیں آتا۔ دیکھو کہ ایک حدیث میں عبدالرحمٰن کے لڑکوں کو والد کے ساتھ مشابہت میں کوتے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ کیا کوا اُن کے لڑکوں سے افضل ہے؟

آپ کو ہزار من چاول چاہئیں آپ مٹھی بھر نمونے کے چاول بازار کو لیجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ایسے چاول دیدو کیا اتنے کم چاول درکار ہیں جتنے مٹھی میں ہیں؟ ہرگز نہیں بلکہ ہزار من چاول مطلوب ہیں؛

حضرت ابراہیمؑ کو کیوں مخصوص فرمایا؟	سوال ہوتا ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ ہی کو کیوں مخصوص فرمایا حضرت موسیٰؑ

اور حضرت عیسیٰؑ یا کسی اور پیغمبر کا کیوں ذکر نہیں کیا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ہر پیغمبر کے لئے ایک حالت نہیں

ہے کوئی مظہر غضب خداوندی ہے اور کوئی مظہر رحمت وشفقت خداوندی۔ جس پیغمبر کے لئے صفت جلال مربی ہوگی وہ غصہ میں بھی بڑھا ہوا ہوگا جس پیغمبر کے لئے صفت جمال مربی ہوگی اُس میں رحمت وشفقت کا غلبہ ہوگا اور جس پیغمبر کے لئے صفت علم مربی ہوگی اُس پر علم کا غلبہ ہوگا۔ یوں سمجھ لو کہ جس اُستاذ کے اندر جس فن کا غلبہ ہوگا شاگردوں کے اندر بھی اُسی کا اثر آئے گا۔ صفات مربیہ بھی پیغمبروں کے لئے بمنزلہ اساتذہ کے ہیں؛

حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام دونوں صفت جلال کے مظہر ہیں؛

حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام مظہر جمال خداوندی ہیں۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جس قسم کی رحمت ہم چاہتے ہیں وہ اس جنس کی ہو جس جنس کی حضرت ابراہیمؑ پر تھی۔ معلوم ہوا کہ یہاں غرض تشبیہ بیان حال ہی ہے؛

شیخ اکبرؒ فرماتے ہیں کہ مراد یہاں تجلیات جمالیہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے طلب کرنا ہے؛

سوال ہوتا ہے کہ اور پیغمبر بھی مظہر جمال ہیں پھر حضرت ابراہیمؑ کی کیا خصوصیت ہے؟ اس کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ مظہر جمال ہونے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام فائق ہیں؛

محققین نے ترتیب بعثت کے لحاظ سے افضلیت رکھی ہے۔ اس لئے شبہ ہوتا ہے کہ پھر کما صلیت علیٰ عیسیٰ کیوں نہیں فرمایا گیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بعثت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام پیغمبروں کو (جو بعد حضرت ابراہیمؑ کے اُن کی اولاد میں ہیں) جو مراتب حاصل ہوئے وہ حضرت ابراہیمؑ کے واسطے سے حاصل ہوئے۔ کیونکہ حضرت ابراہیم بحیثیت مجدد طریقہ اور امام کے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت ونبوت کے لئے اگرچہ حضرت ابراہیمؑ نے دعا فرمائی تھی لیکن حقیقت یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بلند مرتبہ ہونا اور نبی ہونا حضرت ابراہیمؑ کے واسطے سے نہیں ہے؛ ۶

درود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے لئے مخصوص ہے	سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور کسی شخص کو اجازت نہیں ہے کہ صلوٰۃ کا لفظ دوسروں کے لئے استعمال کرے۔ البتہ تبعاً جائز ہے۔ جیسا صل علیٰ

محمدٍ و علیٰ آل محمدٍ۔ یہاں آل محمد پر صلوٰۃ تبعاً ہے اور پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ جمہور کے نزدیک اُمت محمدیہ کے تمام متقی اور پرہیزگار افراد آل محمد ہیں۔ دیگر انبیاء کو صلوٰۃ بھیجنی البتہ جائز ہے؛

اولی الناس بی یوم القیمۃ اکثرھم علیّ صلوٰۃً	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ لوگوں میں سب سے

زیادہ قریب قیامت کے دن وہ لوگ ہوں گے جو مجھ پر زیادہ درود شریف بھیجتے ہیں۔ اس حدیث میں اولی الناس سے مراد اقرب الناس ہے؛

کثرت درود کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مروت کا تقاضا یہ ہوگا کہ ایسے شخص کو اپنے نزدیک رکھیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ درود بھیجنے والے محدثین ہیں کیونکہ ہر حدیث میں درود شریف پڑھا جاتا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں روضۂ مبارکہ (صلی اللہ علیہ وسلم) پر حاضر ہوا تو مکاشفہ میں دیکھا کہ ہر محدث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان نور کی زنجیر متصل ہے اس مکاشفے سے بھی محدثین کا قرب ظاہر ہوتا ہے۔ انہیں اشتغال درود وحدیث کی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک مناسبت پیدا ہو جاتی ہے:

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا درود شریف کے متعلق ایک قول

عن عمر بن الخطاب قال ان الدعاء موقوف بین السماء والارض لا یصعد منه شئ حتی تصلی علی نبیك صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ

(یعنی دعا زمین اور آسمان کے درمیان اُس وقت تک ٹھیری رہتی ہے جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف بھیجا جائے (بغیر واسطہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعا کا قبول ہونا مشکل ہے)

حضرت شیخ الحدیث مدظلہ العالی نے اس قول کی تشریح فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ:۔

بہترین طریقہ یہ ہے کہ دعا سے پہلے اور دعا کے بعد درود شریف پڑھا جائے۔ یہ دو انجن دعا میں لگ جائیں گے تو گاڑی منزل مقصود پر پہنچ جائے گی۔ اگر ایک انجن ہے تو ممکن ہے کہ چڑھائی پر گاڑی کو مشکل پیش آئے۔

نعت سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم

انتخاب قصیدہ حضرت قاسم العلوم والخیرات مولانا محمد قاسم صاحب رحمۃ اللہ علیہ

دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار

فلک پہ سب ہی پر ہے نہ ثانی احمد
زمیں پہ کچھ نہ ہو پر ہے محمدی سرکار

فلک پہ عیسیٰ و ادریس ہیں تو خیر سہی
زمیں پہ جاوہ نما ہیں محمد مختار

تو فخر کون و مکاں زبدہ زمین و زماں
امیر لشکر پیغمبراں شہ ابرار

امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید یہ ہے
کہ ہو سگان مدینہ میں میرا نام شمار

جیوں تو ساتھ سگان حرم کی تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کی مجھکو مرغ و مار

بس اب درود پڑھ اسیر اور اسکی آل پہ تو
جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اسکی عترت اطہار

الٰہی اُس پہ اور اسکی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ اُنکو شمار

مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار

بچوں کے نام پیغام

فضیلتِ علم

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب مدرس مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور کی بلند خیالی اور پاکیزہ کلام سے اہل ذوق واقف ہیں آپ نے رنگون سے اپنے بچوں کے نام ایک منظوم خط میں علم کی فضیلت پر روشنی ڈالی ہے جسکو ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ اور آئندہ بھی آپ کا نظم و نثر افادات رسالہ کے اوراق کی زینت ہوتے رہیں گے۔ ادارہ

اے عزیزو باتمیزو باوقار — خوش نصیب و نیک بخت و بختیار
حق تعالیٰ تم کو رکھے عمر بھر — کامیاب و کامران و کامگار
علم کی کچھ خوبیاں لکھتا ہوں آج — غور سے ان کو پڑھو اے نامدار
علم سے ہوتا ہے انساں محترم — علم سے ہوتا ہے انساں باوقار
علم سے ہے آدمیت کا فروغ — علم باغ زندگی کی ہے بہار
علم سے ہوتی ہے شہرت دہر میں — علم ہے عالم کا سچا اشتہار
علم کر دیتا ہے انساں کو حلیم — علم سے ہوتا ہے انساں بردبار
علم سے رنگین ہو جاتی ہے روح — علم کر دیتا ہے دل کو پُربہار
علم روحانی مزوں کا ہے کفیل — آسمانی رحمتوں کا ذمہ دار
بخت خفتہ جاگتا ہے علم سے — علم سے ہوتا ہے غافل ہوشیار
علم کرتا ہے معطر روح کو — علم کیا ہے جنتی میووں کا ہار
علم کیا ہے آدمیت کا بناؤ — علم کیا ہے آدمیت کا سنگار
علم کیا ہے ایک لعل بے بہا — علم کیا ہے ایک دُرِّ شاہوار
علم کیا ہے آدمیت کا شرف — علم کیا ہے آدمیت کا وقار
علم کیا ہے ایک لطف پر نشاط — علم کیا ہے ایک لطف پُربہار
علم کیا ہے کل جہاں کا ماحصل — علم کیا ہے انتخاب روزگار
علم کیا ہے رازدان کائنات — حُسنِ فطرت کا حقیقی رازدار
علم کے جھونکوں میں شوق و ذوق کر — جھومتے ہیں لطف فضل کردگار
علم کے نغموں سے ہو کر مست خوش — جھومتی ہے رحمت پروردگار

کون لکھ سکتا ہے ساری خوبیاں
علم ہے دریائے ناپیدا کنار